آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✦ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۴ بابت مارچ ۱۹۰۵ء نمبر ۳

فہرست مضامین

تعدد ازدواج ۹۱
تعدد ازدواج کی ضرورت ۹۲-۱۰۴
آریہ سماج کی سخت بانی ۱۰۴-۱۱۱
یہودیوں اور عیسائیوں کا اتحاد ۱۱۱-۱۱۸
ایک عیسائی گورنمنٹ اور مسلمان ۱۱۹-۱۲۵
الوصیت ۱۲۶-۱۳۰
رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود ۱۳۱

چندہ سالانہ ......

نہایت ضروری عرض

اگرچہ بروئے قواعد رسالہ میگزین کا زرچندہ بجز خاص حالات کے پیشگی وصول ہوجانا چاہئے لیکن بوجوہ چند اس قاعدہ پر ابتک پورا عمل نہیں ہوسکا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ تاحال سنوات گذشتہ کا بہت بقایا قابل وصول چلا آتا ہے باوجود ہر طرح کے تقاضون اور یاددہانیون کے وصول ہوتا نظر نہیں آتا یہانتک کہ بعض باقیداران کو بعد اطلاع ضابطہ کے وی پی بھیجے گئے تو عدم وصول واپس آئے اس قسم کی کارروائی سے اول طوالت کام دویم بیفایدہ زیرباری خرچ متصور ہے اور جانبین کیلیے ناحق کی مالی وجانی تکلیف ہے اندرین حالات پیشگی وصولی کے قاعدہ کی پوری پابندی کی سخت ضرورت پیش آئی ہے اور واقعی اسکا عملدرآمد بڑا امفید ہے کیونکہ اس قاعدہ پر عمل کرنیکی صورت مین خریداران و دفتر ہذا کے مابین حساب بالکل صاف رہتا ہے اول حساب مین کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہین ہوتی دویم اس طرح کی پیشگی وصولی سے کارخانہ ہذا کو بروقت امداد ملجاتی ہے سویم باربار کی خط کتابت ۔تقاضاؤن و یاددہانیونکے بار عظیم سے سبکدوشی ہوجاتی ہے۔چہارم وی پی وخط کتابت وغیرہ کی زیرباری سے بچنے کے علاوہ طوالت کام کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے جس مین خریداران کو بھی ایک گونہ سہولت ہے۔

لہذا سنوات گذشتہ کے مطالبہ کی بے باقی اور سال روان کے زرچندہ کی پیشگی وصولی کی یہ تجویز کی گئی ہے کہ جن خریداران کے ذمہ سنوات گذشتہ کا بقایا یا جن سے سال روان کا پیشگی چندہ ۱۰۔اپریل تک قابل وصول رہ جاوے گا۔ان سے چندہ بذریعہ وی پی وصول کیا جاوے گا۔جملہ باقیداران کو بروقت اطلاع دیجاتی ہے کہ تاریخ مذکورہ سے پیشتر جسقدر رقوم زرچندہ قابل وصول ہین وہ جلدتر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکر بے باقی حساب مین کارخانہ کی مدد فرمادین اور عنداللہ ماجور ہون۔ والسلام۔

مینیجر ریویو آف ریلیجنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعدد ازدواج

تعدد ازدواج کا لفظ ہی یورپ کو ایسا ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی آواز کو بھی سننا پسند نہین کرتے اور ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس مضمون پر بحث سنین یا اسکے فواید پر غور کرین اور اسکی ضرورت کے وجوہات پر فکر کرین ایک ایسا خیال ہے جسکا پورا ہونا قریباً قریباً ناممکن ہے۔ اس سخت تعصب کیوجہ سے وہ لوگ جنکو ابتدا سے ہی یہی تعلیم ملتی چلی آتی ہے کہ تعدد ازدواج جیسی بری بات دنیا مین کوئی نہین کبھی اس امر کے متعلق صحیح نتیجہ پر نہین پہنچ سکتے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جو زنا جیسی سیاہ کاری کو معمولی نگاہ سے دیکھتے اور ایک تہذیب یافتہ سوسائٹی مین ایسے واقعات کو معمولی واقعات سمجھتے ہین وہی تعدد ازدواج کو بیحد درجہ کی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اور پھر جون جون زنا کے خفیف سمجھنے مین ترقی ہے ویسے ہی تعدد ازدواج کے خلاف سختی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ جہان ایک طرف ہلکی سے ہلکی سزا کو بھی زنا کے لیے پسند نہین کیا جاتا۔ تعدد ازدواج کیلیے بڑی سے بڑی سزا کو بھی خفیف سمجھا جاتا ہے اور اس کی بیخکنی کیلیے جبراً قید۔ جلاوطنی بلکہ قتل کو بھی روا رکھا جاتا ہے۔ تعدد ازدواج کو خواہ کیسا ہی برا کہا جاوے مگر کوئی شخص یہ جرأت نہین کریگا کہ اسکو زنا سے بھی بدتر یا زنا جیسی بدکاری قرار دے لیکن باوجود اسکے عملی طور پر اسے زنا سے زیادہ خطرناک اور اس کی بیخکنی کو زنا کی بیخکنی سے زیادہ ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ انہین لوگونکو بیان کرنی چاہیئے جو تعدد ازدواج کے مخالف ہین۔ اگر ہمسے پوچھا جاوے تو ہم یہی کہین گے کہ تعدد ازدواج کے خلاف جو سختی کی گئی ہے اسی نے زنا کو زیادہ قابل برداشت بنا دیا ہے کیونکہ جس صورت مین فطرت انسانی کے تقاضونکو روکنا انسان کی طاقت سے باہر ہے تو اسکے جایز ذرایع کو اختیار کرنے سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طبیعتین ناجایز ذرایع کے اختیار کرنے کی طرف مایل ہونگی۔ اسی طرح حق کی مخالفت آہستہ آہستہ انسان کو ناحق کا حامی اور ناراستی سے پیار کرنیوالا بنا دیتی ہے۔

پس جہان ہم اپنی طاقت کے مطابق تعدد ازدواج کی ضرورت اور اسکے جواز پر بحث کرینگے ہم یہ امید رکھتے ہین کہ تعدد ازدواج کے مخالف خواہ وہ یورپ کے مہذب لوگ ہون یا یورپ کی تہذیب کے ایشیائی فدائی ہون وہ وجوہات بیان کرینگے جنکے باعث تعدد ازدواج کو زنا سے زیادہ خطرناک گناہ سمجھا جاتا ہے۔ آسانی کیلیے ہم اس مضمون کو تین حصون پر تقسیم کرتے ہین یعنی اول انسانی سوسائیٹی مین تعدد ازدواج کی ضرورت۔ دویم اسلام نے کہانتک اور کن اغراض کیلیے تعدد ازدواج کو جایز رکھا ہے۔ اور بالآخر ان اعتراضوں کا جواب دینگے جو تعدد ازدواج پر کیئے جاتے ہین۔

۱۔ تعدد ازدواج کی ضرورت

تعدد ازدواج یا ایک مرد کا ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا انسانی سوسائیٹی کی ایسی ہی ضروریات مین سے ہے جیسا کہ خود نکاح اگرچہ اسکا دایرہ نکاح کی طرح وسیع نہین ہے گویا ایک بیوی سے نکاح کرنا ایک قاعدہ ہے اور تعدد ازدواج اس قاعدہ کیلیے ایسی ضروری استثناء ہے جسکا دور کرنا انسانی سوسائیٹی کیلیے ایسا ہی نقصان رسان ہے جیسا کہ خود نکاح کے قاعدہ کا دور کرنا کیونکہ نکاح کی اصل غرض یہ ہے کہ تا انسانون کو اس سے بعض ایسے فواید حاصل ہون جو اسکے سوائے اور کسی طریق سے حاصل نہین ہو سکتے مثال کے طور پر نکاح کے فواید مین سے ایک یہ ہے کہ تا سلسلہ نسل انسانی کا اس طریق سے جاری رہے جس سے تعیین والدین بھی ہو سکے اور تا وہ خوشی جو مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے قایم رکھی جاوے اور تا انسان پاک دل ہون اور بد خیالات سے بچے رہین اور جیسا عام طور پر ان فواید کا حاصل ہونا نکاح پر موقوف ہے ایسا ہی خاص حالات مین یہ فواید سوائے تعدد ازدواج کے حاصل نہین ہو سکتے۔ ان مین سب سے زیادہ ضروری اس غرض کا حاصل ہونا ہے جسکا ذکر سب سے اخیر کیا گیا ہے اور اسلیے ہم پہلے اسی پر غور کرینگے۔

نکاح کے اغراض

جو خواہش مرد کے دل مین عورت کے لیے یا عورت کے دل مین مرد کیلیے ہے وہ تقاضائے فطرت انسانی ہے اور اس خواہش کا جایز ذریعہ یعنی نکاح کے ذریعہ سے پورا کرنا انسان کے دل مین سچی محبت اور پاکیزگی کے خیالات کو پیدا کرتا ہے اور اسیکا ناجایز تعلقات سے پورا کرنا انسان کو ناپاکی کیطرف لیجاتا اور اسکے دل مین بد خیالات پیدا کرتا ہے پس نکاح انسان کو پاکیزگی کیطرف لیجانے اور اُسے ناپاکی سے دور رکھنے کا ایک ذریعہ ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ فطری خواہش جو مرد اور عورت کے دلمین ایکدوسرے کیلیے موجود ہے اسے گندی یا ناپاک خواہش کے نام سے منسوب کرنا سخت غلطی ہے کیونکہ اس خواہش کو فطرت انسان مین پیدا کرنیوالا خود خدا تعالےٰ ہے اور اسی نے اپنی حکمت اور مصلحت سے بعض اغراض کیلیے اس خواہش کو انسان کے نفس مین

انسان اور فطرت انسانی کا تقاضا

مرکوز فرمایا ہے ہان اس کا برا استعمال یعنی ناجایز طریقوں سے اسکا پورا کرنا بیشک انسان کو ناپاکی اور بدی کی طرف لیجانیوالا ہے ابتدا مین عیسائیوں کو اس فطری خواہش انسانی کے متعلق سخت غلطی لگی رہی اور یہی وجہ تھی کہ نکاح کے متعلق ان کے درمیان غلط خیال پیدا ہو گئے بہت مدت تک عیسائیوں کا یہ خیال رہا کہ یہ فطری خواہش ناپاکی کی خواہش ہے اور اِسلیے وہ نکاح کو برا سمجھتے رہے اور تجرد کو ترجیح دیتے رہے یہانتک کہ تجرد کو ہی انسانی کمال سمجھ لیا گیا حالانکہ انسانی کمال اس بات سے حاصل نہین ہوتا کہ فطری خواہشون کو دبایا جاوے بلکہ انسان کی فضیلت اس امر سے ہے کہ ان.. خواہشات کے پورا کرنے مین جایز ذرایع کا استعمال کرے اور ناجایز طریقون اور راہون سے بچے کیونکہ کوئی قوت جو خداتعالے نے انسان کو دی ہے بذاتہ بری نہین بلکہ اسکا برا استعمال بدی کیطرف لیجانیوالا ہے اور یہی حال اس فطری خواہش کا ہے جسکا ذکر ہم اس جگہ کر رہے ہین۔

اس تقاضا کو پورا کرنیکا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے

پس اولاً نکاح مرد و عورت کی اس فطری خواہش کے تقاضا کو پورا کرنیکا جایز طریق ہے اور اس مباحثہ مین سب سے مقدم یہ امر ہے کہ دیکھا جاوے کہ وہ کونسے ذرایع ہین جنسے جایز طور پر انسان اس خواہش کو پورا کر سکتا ہے یا دوسرے الفاظ مین یہ معلوم کیا جاوے کہ نکاح کی بہترین صورتین کون کونسی ہین یعنی ایسی صورتین جو اس خواہش کے تقاضا کو ہر پہلو سے پورا کرنیکا راستہ دکھاتی ہین اور اسکو ہر ایک ایسی راہ سے بچاتی ہین جو ناجایز یعنی ہلاکت کی طرف لیجانیوالا ہے۔ اگر اس بات کو مدنظر رکھکر غور کیا جاوے تو جیسا عام طور پر انسان کے لیے ایک بیوی سے نکاح کرنا ضروری ہے ایسا ہی خاص حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویوں کا ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہین اور پیدا ہوتے رہین گے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت محسوس کرے اور اگر کسی قانون مین نکاح کی ایسی صورتین ملحوظ نہ رکھی جاوین جو ان ضروری استثناؤن کو مدنظر رکھین خواہ وہ کسی وقت اور کسی جگہ پیدا ہونیوالی ہون تو ایسا قانون ناقص ہوگا۔ اور ایسے استثناؤن کا وجود اسقدر کم بھی نہین کہ اسکو النادر.... کالمعدوم سمجھ لین بلکہ ایسے حالات دنیا مین ہر زمانہ اور ہر ملک مین پیدا ہوتے رہتے ہین۔ نہ ہی یورپ کے مہذب ممالک ان سے خالی ہین بلکہ ایسی ضرورتین جیسے ان ممالک مین محسوس ہوتی ہین جہان تعدد ازدواج کا رواج ہے ایسے ہی ان ممالک مین بھی پیدا ہوتی رہتی ہین جہان تعدد ازدواج کو ناجایز قرار دیا گیا ہے۔ ہان یہ ضرورتین الگ الگ رنگون مین پوری ہوتی رہتی ہین یعنی اول الذکر ممالک مین تو بذریعہ تعدد ازدواج پوری ہوتی ہین اور مؤخر الذکر مین بذریعہ زنا اور بدکاری کے۔ چنانچہ عیسائی ممالک مین تعدد ازدواج کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اسی ضرورت کے احساس نے ہی ان ممالک مین بہت سے لوگون کو تعدد ازدواج کی حمایت مین کھڑا کر دیا ہے چنانچہ ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب موسومہ بہ "تائید" مین لکھتے ہین "تعدد ازدواج کی حمایت مین بہت ساری کتابین شایع ہوئی ہین اور وہ ایسے لوگون کی تصنیف مین جو عیسائی ہین۔ برنرڈ ڈ آکینس نے سولھوین صدی کے نصف مین تعدد ازدواج کی تائید مین سوال و

جواب کی صورت مین ایک کتاب شائع کی۔ اور اسیو قت کے قریب ایک اور رسالہ بھی ایک سے زیادہ بیویان رکھنے کے جواز پر شائع ہوا جسکے مصنف کا اصل نام لسارس تھا۔ ایسا ہی میلڈن اپنی کتاب "اکسپر ہیبر کا" مین ثابت کرتا ہے کہ تعدد ازواج کی رسم صرف یہودیونکے درمیان ہی تسلیم نہین کی گئی تھی بلکہ دوسری قومونکے درمیان بھی۔ لیکن تعدد ازواج کا سب سے مشہور حامی انگلستان کا مشہور و معروف شاعر جان ملٹن تھا"

حفاظت تقوے اب ہم بعض وہ وجوہات بیان کرتے ہین جو تعدد ازواج کی ضرورت کو ثابت کرتی ہین ان مین سب سے مقدم تقوے یعنی پرہیزگاری بابدی سے بچنا ہے۔ تقوے ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اسکا خیال ہر انسان کو باقی سب باتون سے مقدم رکھنا چاہئے۔ قدرت نے بعض آدمیون کو معمولی آدمیون کی نسبت زیادہ قوی الشہوت بنایا ہے اور ایسے آدمیونکے لیے ایک عورت کافی نہین ہو سکتی۔ اور اگر انکو جائز طور پر دوسرا یا تیسرا نکاح کرنیسے روکا جاویگا تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تقوے کو چھوڑ کر بدکاری مین مبتلا ہو جاوینگے۔ زنا ایک ایسی بدکاری ہے جو انسان کے دل سے ہر ایک پاکیزگی اور طہارت کا خیال دور کر دیتی ہے اور اس مین ایک خطرناک زہر پیدا کر دیتی ہے اسلیئے ان لوگونکے لیے جو قوی الشہوت ہین ضرور کوئی ایسا علاج ہونا چاہیئے جس سے وہ زنا جیسی سیاہ کاری مین پڑنیسے بچے رہین۔ باقی رہا یہ امر کہ قوی الشہوت آدمیونکو ایک سے زیادہ عورت کی حاجت پڑے گی یہ اظہر من الشمس ہے۔ عورت ہر وقت اس قابل نہین ہوتی کہ خاوند اس سے تعلقات زناشوئی پیدا کر سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر ایک عورت پر ایک مہینہ مین سات دن ایسے آتے ہین یعنی ایام حیض جنمین مرد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے لیکن مرد مین ایسا نقص پیدا نہین ہوتا۔ پھر علاوہ اس نقص کے جو ہر عورت کو لگا ہوا ہے ایام حمل عورت کے لیے ایسے ہوتے ہین خصوصًا اسکے پچھلے مہینے جنمین عورت کو اپنی اور اپنے بچہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد کی صحبت سے پرہیز کرے۔ اور یہ صورت کئی ماہ تک رہتی ہے۔ پھر اسکے بعد جب وضع حمل ہوتا ہے تو پھر بھی کچھ مدت تک عورت کو مرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ اب ان تمام اوقات مین جب عورت کے لیے یہ قدرتی روکین واقع ہو جاتی ہین خاوند کیلیے کوئی امر مانع نہین ہوتا۔ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ کثرت سے مرد ایسے ہین جو ان وقفون مین دوسری عورت کرنیکے بغیر تقوے کو قایم رکھ سکتے ہین لیکن ساتھ ہی ہم یہ کہنے کو تیار ہین اور کوئی عقلمند اس سے انکار نہین کر سکتا کہ دنیا مین ایسے قوی الشہوت آدمی بھی موجود ہین اور اس قوت کا زیادہ ہونا کسی صورت مین انکے لیے باعث الزام نہین ہے جنکو اگر ان یا اس قسم کے اور وقفونکے اندر دوسری عورت سے نکاح کی اجازت نہ دیجاوے تو پھر اس خواہش کے تقاضا کو پورا کرنیکے لیے وہ ناجایز ذرایع استعمال کرینگے۔ جو لوگ تعدد ازواج کی مخالفت کرتے ہین وہ ان صورتون مین قوی الشہوۃ مردونکے لیے کوئی اور راہ نکالدین۔ تو ہم خوشی سے تعدد ازواج کی عدم ضرورت کو مان لینگے لیکن جبتک

فطرت انسانی قایم ہے اور جبتک اسمین اس قسم کے واقعات جنکا اوپر ذکر ہوا پیدا ہوتے رہین گے تب تک سوسائٹی اور انسانون کا ہر ایک ہی خواہ تعدد ازدواج کی ضرورت کو ضرور تسلیم کریگا کیونکہ تعدد ازدواج کی ممانعت کی صورت مین دوسرا راہ جو ایسے لوگون کیلیے کھلا ہے زنا ہے جس کی برائی عام طور پر مسلم ہے اگر یہ کہا جائے کہ ایسے لوگون کو ایک ہی عورت پر قناعت کرنے پر مجبور کرنا چاہیئے تو ہم کہتے ہین کہ فطری خواہش کے تقاضے تو کبھی رک نہین سکتے پس اس جبر کا نتیجہ یہ ہوگا اور یورپ مین یہی نتیجہ ہوا ہے کہ ایسے لوگ زنا کی بلا مین گرفتار ہوجاوینگے جب خدا تعالے کے قانون قدرت نے بعض لوگونکو دوسرے کی نسبت زیادہ قوے دیئے ہین تو اسکا یہ منشاء کبھی نہین ہوسکتا کہ وہ ان قوے کو جایز طور پر استعمال نہ کرین۔ ایک قوی الشہوت آدمی کو جسکا تقوے بغیر دوسری عورت کے قایم نہین رہ سکتا یہ کہنا کہ وہ ایک ہی عورت پر قناعت کرے اور اسی امر پر اسکو مجبور کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک نامرد کو جسے قدرت نے ان قوے سے خالی پیدا کیا ہے اس بات پر مجبور کیا جاوے کہ وہ ایک بیوی کو نکاح مین لاکر اسکے سارے حقوق ادا کرے جو ایک خاوند کو ادا کرنے چاہیئے پس جس طرح پر اللہ تعالے کی مخلوق مین نامرد موجود ہین اسی طرح وہ لوگ بھی موجود ہین جن کے قوائے شہوانی کے لیے ایک عورت کافی نہین پس خدا کی طرف سے صرف وہی قانون ہوسکتا ہے جو ہر قسم کے لوگون کی ضروریات کو مدنظر رکھکر ایسی راہ انسانونکو بتاتا ہے جسپر سب چل سکین۔ خواہ ایسے لوگ کتنے ہی تھوڑے ہون مگر انکے وجود سے انکار نہین کیا جاسکتا اور جبتک ایسے لوگ دنیا مین موجود ہین تب تک تعدد ازدواج کے مسئلہ سے انکار کرنا سراسر حماقت ہے پس تقوے کا قایم رکھنا سب سے اول امر ہے جو تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتا ہے۔

ممانعت کے نتایج اور راستبازون کی شہادت

جو کچھ ہم نے یہان لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج جیسا کہ کہا جاتا ہے بدی نہین بلکہ بدیونسے روکنے کا ایک ذریعہ ہے ہماری سمجھ مین تعدد ازدواج کیلیے یہ سب سے بڑی ضرورت ہے اس دلیل کی صداقت اور طرح بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اول تو یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ان ممالک مین جہان تعدد ازدواج کو ناجایز سمجھا جاتا ہے۔ زنا بہت ہی بڑھا ہوا ہے اور خطرناک طور پر وہان یہ بدی پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے عیسائی صاحبان کو بھی انکار کی گنجایش نہین۔ اور عیسائیون نے خود تسلیم کیا ہے کہ پاکدامنی کے معاملہ مین اسلامی ممالک عیسائی ممالک سے بہت اچھے ہین۔ بلکہ خود عیسائی ممالک مین ایک ایسے فرقہ کے پیدا ہوجانیسے جو تعدد ازدواج پر عمل کرنیوالا تھا۔ یہ امر اور بھی واضح طور پر ثابت ہوگیا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم گذشتہ اشاعت مین دکھا چکے ہین خود عیسائیون نے تسلیم کیا ہے کہ جبتک مارمن لوگ تعدد ازدواج پر عمل کرتے تھے انکے درمیان بمقابلہ

دوسری ریاستوں کے زنا بہت ہی کم تھا۔ ایسا ہی ولد الزنا بچون کی پیدایش کے متعلق گذشتہ اشاعت مین اعداد نقل کر کے ہم نے یہ دکھایا تھا کہ زنا نے یورپ مین کیسی خطرناک صورت اختیار کی ہوئی ہے۔ علاوہ اسکے جب ہم بڑے بڑے صالح لوگون کی زندگیون پر غور کرتے ہین تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے تعدد ازدواج کو تقوے کے لیے ضروری سمجھا! ور یہ امر کسی خاص قوم یا خاص ملک تک محدود نہین بلکہ اس کی نظیرین تمام دنیا مین پائی جاتی ہین۔ ایک طرف تو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام مین سے اکثر نے خود اس مقدس مسئلہ پر عمل کر کے اسکے جواز کو ثابت کیا ہے! ور دوسری طرف ہم ہندوستان مین بھی دیکھتے ہین کہ بڑے بڑے رشیون نے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنیکو جایز سمجھا اور اسپر عمل کیا۔ اب وہ لوگ جنہون نے خود اس مسئلہ پر عمل کیا دیا کے وہ مقدس رہنما ہین جنہون نے دنیا مین اخلاق کے نہایت پاکیزہ اور اعلے درجہ کے اصولون کی تعلیم دی! ور جنہون نے اپنے پیروؤنکو یہی سکھایا کہ وہ ہر قسم کی بدی اور بد خیال سے پرہیز کرین۔ ان لوگون نے خدا سے ایسی محبت کی اور سچائی اور پرہیزگاری کو ایسا مقدم رکھا کہ انکی خاطر ہر قسم کی تکالیف کو گوارا کیا اور انسانون کی بہتری کیخاطر اپنے تمام آرامون اور فواید کو ہیچ سمجھا۔ دل کی پاکیزگی اور تقوے کا اختیار کرنا ہی وہ امور تھے جنپر انہون نے بار بار زور دیا۔ زنا سے انہون نے ایسی نفرت کی کہ اسکو سب بدیونسے برا سمجھا اور اس سے بچنے کیلیے راہین بتائیں۔ یہ تقوی اور طہارت کے معلم جو مختلف ممالک اور مختلف زمانون مین پیدا ہوئے۔ سب کے سب ایک ہی بات پر متفق ہوئے یعنی یہ کہ زنا ایک خطرناک بدی ہے جسکا خیال بھی دل مین لانیسے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ سچا اور پاکیزگی کیطرف لے جانیوالا اور زنا سے انسان کو بچانیوالا ہے۔ اگر یہی امر حق نہ ہوتا تو ان مقدس لوگوں کا اسپر اتفاق نہ ہوتا جو مختلف ممالک اور مختلف زمانون مین پیدا ہوئے۔ غرضیکہ تمام راستبازون کی متفقہ شہادت باواز بلند پکار کر بیان کر رہی ہے کہ تعدد ازدواج ایک پاک اصول ہے جو سوسائٹی کو زنا جیسی بدکاری سے محفوظ رکھنے کیلیئے بے نظیر علاج ہے۔

عورت اور مرد کی عمرون کا اختلاف

ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب مین ایک اور پہلو سے تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتے ہین۔ یہان اسکے الفاظ کا ترجمہ ہم ناظرین کیلیے درج کرتے ہین "تعدد ازدواج کی ضرورت کیلیے جو وجوہات ہین انکے متعلق ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ مشہور مانٹسکیو نے یہ لکھا ہے کہ گرم ملکون مین عورتین آٹھ نو یا دس سال کی عمر مین شادی کے قابل ہو جاتی ہین۔ اس لیے ان ممالک مین شادی کا زمانہ عمر کے لحاظ سے بچپن کا زمانہ ہوتا ہے۔ بیس سال کی عمر مین وہ بوڑھی ہو جاتی ہین اسلیے عقل اور خوبصورتی دونون ایک وقت انکے اندر جمع نہین ہوتے۔ جب خوبصورتی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ عورت

حکومت کرے! سوقت عقل اور تجربہ کا نہونا اس دعوے کا مانع ہوتا ہے لیکن جب عقل اور تجربہ حاصل ہوتا ہے تو... خوبصورتی نہین رہتی اِسلیے عورتونکو لازمی طور پر ایک محکومی کیحالت مین رہنا پڑتا ہے کیونکہ عقل اور تجربہ بڑھاپے کے وقت وہ حکومت پیدا نہین کر سکتے جو جوانی اور خوبصورتی بھی نہ کر سکے تھے اِسلیے یہ ایک بالکل قدرتی امر ہے کہ ان ممالک مین تعدد ازدواج کا رواج ہو" اس حق جو منقد کے الفاظ سے صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ ان وجوہ کے جو ہر سوسائٹی مین تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتی ہین گرم آب و ہوا والے ممالک مین خاص ضرورت تعدد ازدواج کی پیدا ہو جاتی ہے اس سے علاوہ یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ہر ملک مین مردون کی نسبت عورتونکے قوے بڑھاپے سے جلدی متاثر ہوتے ہین پس جہان مرد کے قوے بالکل محفوظ ہون جیسا کہ وہ اکثر حالات مین ہوتے ہین اور عورت بوڑھی ہو چکی ہو دوسری عورت سے نکاح کرنا بعض حالات مین مرد کیلیے ایسا ہی ضروری ہوگا جیسا کہ پہلے کسیوقت پہلی عورت سے نکاح کرنا ضروری تھا پس جو قانون تعدد ازدواج سے روکتا ہے وہ ان مردونکو جنکے قوے خوش قسمتی سے بڑھاپے کی عمر تک محفوظ رہین یہ راہ بتاتا ہے کہ وہ ان قوے کے تقاضا کو زنا کے ذریعہ سے پورا کرین۔ ایسا قانون عام انسانون کی حالتون کے مطابق کیونکر ہو سکتا ہے

عورتون کی تعداد مین مردون کی نسبت زیادتی کے اسباب.

یہ تو مردون کی ضروریات ہین مگر خود عورتونکو بعض وقت ایسی مجبوریان آپڑتی ہین کہ اگر انکے لیے یہ راہ کھلی نہ رکھی جاوے کہ وہ ایسے مردونسے نکاح کرین جنکے گھرونمین پہلے عورتین موجود ہین تو اسکا نتیجہ بدکاری ہوگا ایک ہی امر پر غور کرو کہ کس طرح ہر سال مین دنیا کے کسی نہ کسی حصہ مین لاکھون مردون کی جانین لڑائیون مین تلف ہو جاتی ہین حالانکہ عورتین بالکل محفوظ رہتی ہین اگر پرانی مثالون کیطرف نہ بھی جائین تو یہ تازہ دو مثالین ہی اس دلیل کی صداقت کا کافی ثبوت ہین یعنی انگلستان کی لڑائی بوئرونکے ساتھ جو جنوبی افریقہ مین ہوئی اور روسیون اور جاپانیون کی لڑائی جو آجکل ہو رہی ہے اب دیکھلو کہ کس طرح ان لڑائیونمین لاکھون مرد تلف ہوئے اور ہو رہے ہین اب ایسے واقعات یعنی جنگونمین مردونکی جانون کا تلف ہونا ہمیشہ ہوتے رہتے ہین اور جبتک دنیا مین مختلف قومین موجود ہین ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہینگے اور ہمیشہ انسے مردونکی تعداد مین کمی ہو کر عورتونکی تعداد کا بڑھ جانا ایک لازمی امر ہے اگر یہ فرض بھی کر لین کہ عورتونکی تعداد کی یہ زیادتی کسی قوم مین ہمیشہ کیلیے نہین رہتی تاہم اس سے تو انکار نہین ہو سکتا کہ ایک مدت تک مردونکی اس کمی کا اثر ضرور رہیگا جو اس طرح پر پیدا ہوگی۔ اب یہ عورتین جو مردون کی تعداد سے زیادہ ہونگی انکے لیے کیا سوچا گیا ہے۔ تعدد ازواج کی ممانعت کی صورت مین ان کا کیا حال ہوگا۔ کیا ان سب کو یہی جواب نہین ملیگا کہ جسکے دلمین مرد کیلیے وہ خواہش پیدا ہو جو قدرت نے فطرت انسانی مین رکھی ہے وہ ناجایز طریقونسے اسے پورا کرلے۔ سوچکر دیکھلو کہ تعدد ازواج کی راہ کو بند کرکے ان

لاکھون عورتون کو جو اس طرح پر لڑائیونکے سبب سے بیوہ ہو گئیں یا جنکے لیے نکاح کے ذرائع نہیں ہے یہی جواب دینا پڑیگا! افسوس ہے کہ ایک غلط اصول کی حمایت مین انسانی ضروریات پر ایک لمحہ کیلیے بھی غور نہیں کیا جاتا تعدد ازدواج کے سوائے اور کوئی ایسی راہ نہین جو ان ضروریات کو پورا کر سکے۔

یورپ مین عورتون کی تعداد مردون کی نسبت بہت زیادہ ہے

اسکے ساتھ ہی ہم اس امر کیطرف بھی توجہ دلاتے ہین کہ یورپ مین جسکو سب ممالک سے بڑھکر تعدد ازدواج کی ضرورت سے برتر سمجھا جاتا ہے۔ عورتون کی تعداد مردونسے کسقدر زیادہ ہے۔ یورپ کے کل ممالک کے متعلق ہمین اعداد نہین مل سکے لیکن جس قدر ملے ہین اس سے عورتون کی تعداد کی زیادتی کا کسی قدر اندازہ لگ سکتا ہے۔ سنہ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے روسے انگلستان مین مردون کی نسبت عورتون کی تعداد دس لاکھ بیاسی ہزار چھ سو انیس زیادہ تھی (گویا ہر ہزار مرد کیلیے ایکہزار اتہتر عورتین تھین) اور سکاٹلینڈ مین ایک لاکھ پچیس ہزار چھ سو اٹھانوے عورتین زیادہ تھین آیرلینڈ مین اکسٹھ ہزار اٹھاسٹھ۔ گویا برطانیہ کلان مین بوئرون کی جنگ سے پہلے باران لاکھ اتہتر ہزار تین سو چاسی عورتین ایسی تھین جنکے لیے ایک ایک بیوی والے قاعدہ کے روسے کوئی مرد مہیا نہین ہو سکتا تھا۔ فرانس مین ۱۸۹۶ء کی مردم شماری مین عورتونکی تعداد مردونسے چار لاکھ تیئس ہزار سات سو نو زیادہ تھی۔ جرمنی مین ۱۹۰۰ء کی مردم شماری مین ہر ہزار مرد کیلیے ایک ہزار بتیس عورتین موجود تھین۔ گویا کل آبادی مین آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتین ایسی تھین جن سے شادی کرنیوالا کوئی مرد نہ تھا۔ سویڈن مین ۱۹۰۱ء کی مردم شماری مین ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر عورتین اور ہسپانیہ مین ۱۸۹۷ء مین چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتین۔ اور اسٹریا مین ۱۸۹۰ء مین چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتین مردونسے زیادہ تھین۔ اب ہم سوال کرتے ہین کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہین مگر یہ بتایا جاوے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتونکے لیے یورپ نے کونسا قانون تجویز کیا ہے۔ کیونکہ ایک ایک بیوی کے قاعدہ کے روسے انکو یورپ مین تو خاوند نہین مل سکتے۔ سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانونکی ضروریات کیلیے تجویز کیے جاتے ہین وہ انسانون کی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہیئن یا نہین۔ وہ قانون جو تعدد ازدواج کی ممانعت کرتا ہے ان چالیس لاکھ عورتونکو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلین اور انکے دلونمین مردونکے لیے کبھی خواہش پیدا نہ ہو لیکن یہ تو ناممکن امر ہے جیسا خود تجربہ ثابت کر رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جایز طریق سے روکا جانے کے باعث وہ ناجایز طریق اختیار کرینگی! اور اس طرح پر ان ممالک مین زنا کی کثرت ہوگی۔ یہ تعدد ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ زنا اس ذریعہ سے زیادہ پھیلیگا خیال ہی خیال نہین بلکہ امر واقع ہے جیسا کہ ولدالحرام بچون کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے +

تعددازواج کی ضرورت کے اور اسباب

پھر نکاح کی اغراض مین سے ایک یہ بھی ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے بطور رفیق کے ہون پس اگر کوئی وجہ ایسی پیدا ہو جاوے کہ جس کے سبب سے عورت مرد کیلیے بطور رفیق کے نہ رہے یا اس سے اسکو وہ خوشی حاصل نہو سکے جو ایسے رفیق سے ہونی چاہئے تو ان صورتون مین بھی مرد کو دوسرا نکاح کرنیکی اجازت ہونی چاہئے۔ مثلاً اگر عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جاوے جو اسکو ہمیشہ کیلیے یا بڑے بڑے وقفونکے لیے ناقابل کردیوے یعنی اس امر کے قابل نہ رہنے دے کہ خاوند اُس سے تعلقات زناشوی رکھ سکے تو کوئی وجہ نہین کہ کیون نکاح کی اصل غرض کو مرد دوسرے نکاح کے ذریعہ سے پورا نہ کرے جیسے انسانی زندگی کے حالات کا دایرہ وسیع ہے ویسا ہی ان ضروریات کا دایرہ بھی وسیع ہے جو بعض وقت مرد کو دوسرا نکاح کرنیکے لیے مجبور کردیتی ہین۔ ہم مانتے ہین کہ ایسی ضروریات اکثر پیدا نہین ہوتین مگر جب واقعی وہ ضرورتین پیدا ہو جاوین اور یہ ضروری ہے کہ ہر انسانی سوسائیٹی مین وہ کم و بیش پیدا ہوتی رہین تو سوائے تعدد ازدواج کے اور کوئی ذریعہ انکے پورا ہونیکا نہین پس اس علاج کو رد کرنا بیماریونکو بڑھانا ہے ایسا ہی تعدد ازدواج اکثر حالات مین طلاقون کی کمی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ قدرت نے عورت کو وہ سامان دیئے ہین جو مرد کیلیے باعث کشش ہین اور مرد و عورت کے تعلق مین ان فریفتگی اور کشش کے موجبات کی موجودگی ایک نہایت ضروری امر ہے اور صرف اسی صورتمین نکاح بابرکت ہو سکتا ہے کہ ایسے سامانِ کشش عورت مین موجود ہون اور اگر عورت مین ایسے سامان موجود نہ ہون یا کسی طرح سے جاتے رہین تو مرد کا عورت سے وہ تعلق نہین ہو سکتا پس ایسی صورتمین اگر خاوند کو دوسری شادی کی اجازت نہ دیجاوے تو یا تو وہ کوشش کریگا کہ کسی طرح اس عورت سے نجات حاصل کرے اور یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو بدکاری مین مبتلا ہوگا اور ناجایز تعلقات پیدا کرے گا کیونکہ جب عورت کی رفاقت سے اسے وہ خوشی حاصل نہ ہو سکے جسکا حصول فطرت انسانی چاہتی ہے تو ناچار اس خوشی کے حصول کیلیے وہ اَور ذریعے تلاش کریگا۔ ان صورتونکے لیے تعدد ازدواج ہی ایک علاج ہے اور اسی ذریعہ سے ایک گھرانا خوشحال ہو سکتا ہے۔

نسل انسانی کا قیام

تعدد ازداج کی روک سے بعض وقت نکاح کی تیسری غرض یعنی بقائے نسل انسانی حاصل نہین ہو سکتی۔ مثلاً اگر ایک عورت بانجھ ہو اور اسکا عقم ناقابل علاج ہو تو تعدد ازدواج کی ممانعت کی صورتمین قطع نسل لازم آئیگا۔ یہ بیماری عورتون مین بہت پائی جاتی ہے اور سوائے تعدد ازدواج کے اور کوئی راہ نہین جس سے یہ کمی پوری ہو سکے۔ ایسی صورتمین عورت کو طلاق دینے کی کوئی وجہ موجود نہین اور ممکن ہے کہ عورت اور مرد مین ایسی محبت بھی ہو کہ وہ ایکدوسرے سے جدا نہ ہو سکتے ہون پس بقائے نسل کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ ایسی صورتونمین مرد کو نکاح ثانی کی اجازت دیجاوے۔ ان وجوہات کے علاوہ جنکا ذکر ہمنے

اوپر کیا ہے اور بھی کئی قسم کے وجوہات ہین جو تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتے ہین۔ مگر ان سب کا تفصیل سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ مثلاً بعض وقت کسی عورت کی حالت پر ترحم یا کسی پولٹیکل یا سوشل تعلق کا قایم کرنا اس امر کی ضرورت پیدا کردیتا ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے ایسا ہی ہزارون قسم کی ضرورتین ہوتی ہین جن کا رنگ ہر انسان کیلیے جداگانہ ہوتا ہے۔

تعدد ازدواج کی ممانعت کے نقصان

جو نقصان تعدد ازدواج کی ممانعت سے پیدا ہوتے ہین ان سب کو ہم اس جگہ بیان نہین کرسکتے۔ ان ممالک مین جہان تعدد ازدواج کی قانوناً ممانعت کی گئی ہے کثرت زناکاری محتاج بیان نہین۔ علاوہ اسکے تعدد ازدواج کی روک سے اکثر اوقات انسانی جانین تلف ہوئی ہین۔ بہت سارے واقعات ایسے ہوتے رہتے ہین جہان خاوند بسبب اس خوشی کے حاصل ہونیکے جو نکاح کی اصل غرض ہے پہلی عورت کو قتل کرکے دوسرا نکاح کرتا ہے۔ انگلستان کا بادشاہ ہنری ہشتم ایک موٹی مثال ہے۔ غرضیکہ اگر تاریخ پر نظر ڈالی جاوے اور عام لوگون کی ضروریات پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تعدد ازواج ایک ایسی ضروری چیز ہے جس کی ممانعت بہت ساری بدکاریونکے پیدا کرنے اور مصیبتونکو لانیکا ذریعہ ہے۔ تعدد ازواج دل کی پاکیزگی کیلیے اور انسان کی ترقی کیلیے ایک ضروری امر ہے۔ مہذب ممالک مین ہزارہا ہزار عورتین اس قسم کی پائی جاتی ہین جو زناکاری اور بدکاری کے سبب سے انسانیت کیحالت سے گری ہوئی سمجھی جاتی ہین۔ اور انکو چارپایون سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ خیال نہین کیا جاتا کہ ان بیچاری عورتونکا کیا قصور ہے۔ نقص تو اس قانون کا ہے جو انکو جایز طور پر معزز بیویان اور مایین بننے سے روکتا ہے اور انکو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی فطری خواہشونکو گندے اور ناپاک تعلقات کے ذریعہ سے پورا کرین اس قانون کو دور کردو اور یہی عورتین ویسی ہی معزز اور نیک ہوجائینگی جیسے بہت ساری نیک بیویان ہین سوائے چند ایسی عورتونکے جو فطرتاً ہی بدکاری کی طرف مائل ہون۔ تعدد ازواج زناکاری کے خلاف بڑی روک ہے۔ تعدد ازواج پر عمل کرکے مرد اور عورتین دونون نیک راہوپر چل سکتے ہین لیکن تعدد ازواج کی ممانعت ایک بہت بڑی تعداد کو مجبور کرتی ہین کہ وحشیونکی طرح ایکدوسرے سے زناکاری کرین۔

ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیکو تعدد ازواج سے کوئی مناسبت نہین

تعدد ازواج کی ضرورت کے ان وجوہات کو ناقابل تردید پاکر بعض لوگ بلاسوچے سمجھے یہ کہدیا کرتے ہین کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض وقت ایک عورت کو ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت ہونی چاہئیے یہ درست نہین۔ سب سے بڑی وجہ جو تعدد ازواج کی ضرورت پر ہمنے بیان کی ہے وہی ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیکی تردید کرتی ہے۔ ہمنے بیان کیا تھا کہ تعدد ازواج کی سب سے بڑی

ضرورت یہ ہے کہ عورت کو بعض عوارض ایسے لگے ہوئے ہین کہ وہ بعض وقت ایک بڑے لمبے عرصہ تک اس قابل نہین ہوتی کہ ان تمام فرایض کو جو بحیثیت بیوی ہونیکے اسے ادا کرنا چاہیئے پورے طور پر ادا کر سکے مثلاً ایام حیض یا ایام حمل یا وہ ایام جو وضع حمل کے بعد آتے ہین۔ اس صورت مین جو مرد قوی الشہوت ہین وہ مجبور ہوتے ہین کہ یا نکاح ثانی کرین یا اگر قانون اس کا مانع ہوگا تو وہ زناکاری مین مبتلا ہونگے ایسے عوارض جہان کل کے کل عورت کے ساتھ لگے ہوئے ہین مرد انمین سے کسیکا حصہ دار نہین۔ پس جس مساوات پر زور دیا جاتا ہے وہ خود قدرت نے ہی نہین رکھی اور نہ ہی ابتک یورپ کی تہذیب نے ان عوارض مین سے بعض مرد کے ذمے ڈالکر اس فرضی مساوات کو اصلی کر دکھایا ہے۔ ہان اگر ایسا ہو جائے کہ ان عوارض مین سے بعض مرد کو لگ جائین اور بعض عورت کے شامل حال رہین تو البتہ تعدد ازدواج اور ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کا مسئلہ ایک ہی سطح پر آجاوین لیکن جبتک یہ صورت نہین ہوتی اور قانون قدرت اسبارے مین مرد اور عورت مین مساوات نہین رکھتا تو خود قانون قدرت ہی تعدد ازدواج کا مؤید ہے۔ اور اس دوسرے خیال کی کہ کیون ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہون تردید کرتا ہے۔

بقائے سلسلہ نسل انسانی سے بھی یہی شہادت پیدا ہوتی ہے

پھر تعدد ازدواج کی ضرورت پر ایک اور بڑی بھاری وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ تا اس سے بقائے سلسلہ نسل انسانی مین مدد ملے۔ اب ایک مرد دو یا تین بیویان رکھکر مختلف بیویونسے مختلف اولاد پیدا کر سکتا ہے مگر کیا ایک ہی عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیسے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا ایک عورت جسکے خاوند زیادہ ہون وہ ایک خاوند والی عورت سے زیادہ بچے پیدا کر سکے گی۔ پس عورت اور مرد کے درمیان یہ ایک دوسرا بھاری امتیاز ہے جو خود قدرت نے ہی رکھا ہے۔ اور یہ امتیاز تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتا اور اس دوسرے ناپاک خیال کی جو تعدد ازدواج کے بالمقابل پیش کیا جاتا ہے تردید کرتا ہے۔ تاریخ مین ایسی مثالین تو بہت موجود ہین کہ ایک مرد جسنے دو یا تین بیویان کین اسکے ہان دو یا تین درجن یا اس سے بھی زیادہ اولاد پیدا ہوئی ہو۔ مگر کاش کہ کسی عورت کی بھی ایسی مثال پیش کیجاتی جو ایک سے زیادہ خاوند کرکے معمولی سے دگنے یا تگنے بچے پیدا کر سکی ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک سے زیادہ خاوندوں سے عورت کی معمولی طاقت بچے پیدا کرنے کی بھی ضایع ہو جاتی ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا۔ پس جس صورت مین تعدد ازدواج نسل انسانی کے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ دوسری رسم جو بعض وحشی قومونکے درمیان رائج رہی ہے نسل انسانی کو کم کرنیکا ذریعہ ہے۔ اور اسطرح اول الذکر رسم ممد اغراض نکاح ہو کر ضروری ٹھہر جاتی ہے۔ اور مؤخر الذکر مخالف اغراض نکاح ثابت ہو کر رد کرنیکے قابل ہے۔ علاوہ ازین تعدد ازدواج کی صورتین ہر یکجہ مان

اور باپ معین ہوتے ہین اسی طرح پر جیسے ایک بیوی کی صورت مین ان کی تعیین ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح پر والدین کی صحیح صحیح تعیین کے ساتھ نسل انسانی کا قیام رہ سکتا ہے لیکن جہان ایک عورت کے زیادہ خاوند ہون گے وہان یہ غرض بھی مفقود ہو گی اور والد کا پتہ ملنا محال ہو گا۔ اس طرح پر تعیین نسل ہرگز نہین ہو سکے گی۔ ایسے نکاح کے تین بڑے اغراض ہمنے قرار دیئے تھے یعنی تقوے کا قایم رکھنا۔ نسل انسانی کے سلسلہ کا جاری رکھنا اور تعیین والدین۔ اور ہمنے یہ دکھادیا ہے کہ ان تینون اغراض کے پورے کرنیکے لیے بعض وقت تعدد ازدواج ضروری ٹھہر جاتا ہے۔ اور یون ممد اغراض نکاح ہونیکے سبب سے نکاح کی طرح تعدد ازدواج بھی انسانی سوسائیٹی کیلیے ضروری ہے لیکن ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیسے تینون اغراض کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور اسیلیے مخالف اغراض نکاح ہونیکے سبب سے یہ رسم رد کرنیکے قابل ہے۔

ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیکی رسم ایک ناپاک اور وحشیانہ رسم ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی کسی مہذب قوم یا دنیا کے کسی مقدس بانی مذہب نے اس رسم کو جایز نہین کہا کہ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہون بلکہ اگر کبھی ایسپر عمل ہوا ہے تو وحشی اقوام کے اندر ہی ہوا ہے جو ہنوز تمدن انسانی سے واقف نہین ہوئی تھین علاوہ ازین جس صورت مین یہ رسم مروج رہی ہے اس سے بھی یہی شہادت پیدا ہوتی ہے کہ یہ رسم تعدد ازدواج کی طرح کسی ضرورت کے لیے رایج نہین ہوئی بلکہ نکاح کا صحیح خیال مفقود ہونیکے باعث مروج رہی ہے۔ عام طور پر جہان اس کا رواج رہا ہے صرف اسی صورت مین رہا ہے کہ ایک عورت تمام بھائیونکی مشترکہ عورت سمجھی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان وحشی اقوام کے اندر عورت کو بھیڑون بیلون اور زمینون کی طرح تمام بھائیون کی جایداد مشترکہ سمجھا گیا تھا اور اسکو کوئی حقوق نہین دیئے گئے۔ اس رسم کا اصل محرک کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف یہ ابتدائی وحشیانہ خیال کہ عورتین بھی جایداد کا ایک حصہ ہین اور اسی لیے ایک بھی مہذب قوم ایسی پیش نہین کیجا سکتی جس نے اس رسم کو انسانی سوسائیٹی کی بہتری کا ذریعہ سمجھ کر اسپر عمل کیا ہو۔ پس اس وحشیانہ رسم کو تعدد ازدواج کے مقابلہ پر پیش کرنا محض حماقت ہے۔ تعدد ازدواج کا مسئلہ نکاح کے صحیح خیال کے پیدا ہونیکے بعد پیدا ہوتا ہے اور اسکی ضرورت اسیلیے محسوس ہوئی ہے کہ وہ انہین اغراض کا معاون ہے جو مہذب سوسائیٹی نے نکاح کے اغراض قرار دیئے ہین بلکہ بعض صورتون مین بغیر اسکے وہ اغراض حاصل بھی نہین ہو سکتے۔ گویا انسانی ضروریات کے وسیع دایرہ مین تعدد ازدواج ایک بیوی سے نکاح کے نقصونکو دور کرنیوالا ہے۔ اور جب نکاح کی اصلی غرض ایک بیوی سے حاصل نہ ہو سکے تو دوسری بیوی سے نکاح جایز سمجھا جاتا ہے۔ مذہب اسلام مین تعدد ازدواج کے مسئلہ کا یہی منشا ہے جیسا کہ ہم اس مضمون کے دوسرے حصہ مین چل کر بیان کرینگے۔

اس قدرتی امتیاز سے کیا شہادت پیدا ہوتی ہے

اب غور کرنا چاہئے کہ یہ امتیاز جو خود قدرت نے پیدا کیا ہے اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے خداتعالےٰ نے مرد اور عورت کو اس طرح پر پیدا کیا ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے فایدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ایک عورت کا ایک سے زیادہ مردوں سے تعلق رکھنا کسی فایدہ کا موجب نہیں ہو سکتا بلکہ الٹا نقصان کا باعث ہے یہ امتیاز مرد اور عورت کے درمیان جو خود خدا کے ہاتھ نے تجویز کیا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ قدرت نے اس امر کو تو جایز رکھا ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے لیکن اسے جایز نہیں رکھا کہ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں۔ اگر یہ دونوں باتیں یکسان طور پر قابل اعتراض ہوتیں تو قانون قدرت الٰہی انکے درمیان ایسا فرق تجویز نہ کرتا بلکہ دونوں جنسوں کو یکسان حالت مین رکھتا تا ان دونوں امور کے متعلق ایک ہی شہادت پیدا ہو اور اگر جایز ہوں تو دونوں ہوں ورنہ دونوں قابل رد ہوں لیکن قانون قدرت نے ایسا نہیں چاہا اور جو شخص ان دونوں باتوں مین وہ پہلو اختیار نہیں کرتا جسکی شہادت قانون قدرت سے ملتی ہے وہ خدا کے قانون قدرت

انبیاء علیہم السلام کا کیا طریق رہا

یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نبی نے وحی الٰہی کی روشنی سے اس بات کو دیکھ لیا کہ تعدد ازدواج انسانی ضروریات مین سے ہے اور اسکا دروازہ کبھی انسانوں کے لیے بند نہیں ہونا چاہئے۔ مگر اس ''دوسری وحشیانہ رسم کو یعنی ایک عورت کے زیادہ خاوند ہونیکو کسی نبی نے جایز نہیں رکھا اگر تعدد ازدواج کا مسئلہ بھی اس ''دوسری رسم کیطرح نکاح کے اصلی اغراض کی ناسمجھی کے باعث ہوتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہی نبی جنہوں نے تعدد ازدواج کو جایز رکھا دوسری رسم کو جایز نہ رکھتے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نکاح کی اغراض کو مدنظر رکھکر ہی تعدد ازواج کی اجازت دی اور دوسری وحشیانہ رسم کی بیخکنی کی بعض وقت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اور نبیوں نے تو تعدد ازدواج کو جایز رکھا مگر حضرت مسیحؑ نے اسکو جایز نہیں رکھا۔ یہ سخت غلطی ہے جسقدر مسیحؑ کے اقوال چار انجیلوں مین مذکور ہین انمین ایک لفظ بھی ایسا نہین جو تعدد ازدواج کا مانع ہو۔ اگر حضرت مسیحؑ کے نزدیک تعدد ازدواج بدکاری ہوتی تو ممکن نہین کہ وہ اسکے خلاف ایک لفظ بھی نہ بولتے حالانکہ انکے وقت مین اسکا کثرت سے رواج تھا! ور اب تو ایک عیسائی فرقہ اسبات کا قایل بھی پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تین بیویاں تھین علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ بھی یوسف کی دوسری بیوی ہی تھین پس دو ہی باتین ہو سکتی ہین کہ یا تو وہ تعدد ازدواج کو جایز نکاح سمجھتے ہون اور یا نعوذ باللہ زناکاری خیال کرتے ہون لیکن ان کی خاموشی سے ظاہر ہے کہ انہون نے تعدد ازداج کو ہرگز زنا نہیں سمجھا کیونکہ ممکن نہین تھا کہ اپنے چاروں طرف اسکی کثرت کو دیکھکر بلکہ خود اپنے گھر مین اس فعل کو ہوتا ہوا دیکھکر وہ چپ رہتے حالانکہ انکے نزدیک یہ فعل سخت ممنوع تھا پس سوائے اسکے کہ کوئی نتیجہ نہین نکلتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی تعدد ازدواج کو جایز نکاح سمجھتے تھے اور اس سے ہمارے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ہر ایک نبی نے تعدد ازدواج کو جایز سمجھا ہے۔ تمام نبیوں کی متفقہ شہادت تعدد ازدواج کے متعلق قطعی طور پر اسکے جواز کو ثابت کرتی ہے اور یہ کوئی چھوٹی سی بات نہین کہ تمام انبیاء کا اس بات پر

اتفاق ہو۔ اگر اس مین کوئی بھی نقص ہوتا تو تمام صاحب وحی معلم اس نقص سے ناآشنا نہ رہ سکتے تھے۔ اس مضمون کے باقی دو حصون پر اگلی اشاعت مین بحث کرینگے +
(باقی آیندہ)

آریہ سماج کی سخت زبانی

یہ امر بہت ہی رنجدہ ہے کہ آریہ سماج اپنی مذہبی تحریرات سے جنمین سخت بدزبانی اور دل آزاری سے کام لیا جاتا ہے۔ عداوت اور دشمنی کا ایسا بیج بو رہا ہے جسکا نتیجہ کسی صورت مین اچھا نہین ہو سکتا۔ ان لوگونکی تیز زبانی اور دریدہ دہنی ایسی حد سے گذر گئی ہے کہ ملک کے مختلف حصون مین غریب اور امن جو قومون کو عدالتون مین چارہ جوئی کرنی پڑی ہے تاکہ اگر اور کسی طرح سے یہ لوگ نہین رک سکتے تو قانون کے ڈر سے ہی رُکے رہین مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگون کو اس بات کی بھی کچھ پروا نہین اور باوجودیکہ ان مذہبی مقدمات مین آریہ سماجیونکو سزائین مل رہی ہین مگر پھر بھی اس بات سے نہین رُکے جس سے روکنے کیلیے یہ سزائین دیگئی ہین۔ بلکہ بجائے نرم پیرائے اختیار کرنیکے اور بھی گالیان دینے اور غیر مہذبانہ حملے کرنیمین ترقی کی ہے جیساکہ بعض تازہ تحریرین اس امر پر گواہ ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانیت سے خالی ہونیکے سبب سے اس فرقہ کو اور کوئی راہ مذہبی مباحثات کی نظر نہین آتی سوائے اسکے کہ نہایت گندے اور ناپاک اور فحش الفاظ مین ان مقدسون کا ذکر کرین جن کو کروڑہا لوگ اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہین۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈر ان دل آزار تحریر ونسے اتفاق رکھتے ہین اور یا اگر وہ دراصل انہین ناپسند کرتے ہین تو ان کا اس قوم پر اتنا اثر نہین کہ ایک بیجا طریقہ ہے جس سے اندیشہ ہے کہ ملک کے امن مین فساد پیدا ہو۔ ان پرجوش نوجوانون کو روکین جو حد سے گذر رہے ہین۔

مذہبی مباحثات آریہ سماج کی مذہبی تحریرین دراصل ایک نمونہ ہین اس قابل افسوس طرز کا جس طرز مین بہت سارے مذہبی مباحثات ہندوستان مین ہو رہے ہین اگرچہ بلحاظ بدزبانی کے کسی تحریر کو ان لوگون کی تحریر ونسے کوئی نسبت نہین۔ ان مباحثات مین جو اس ملک کے اندر مذہبی رنگ مین ہو رہے ہین اکثر کو پڑھکر مباحث کی نیک نیتی اور حق جوئی نہین پائی جاتی بلکہ اس کی نکتہ چینی صرف اسی نتیجہ تک پہنچاتی ہے کہ لکھنے والے کے دل مین نہ دین کی عظمت اور نہ خدا کا خوف ہے۔ آریہ سماج کے مباحثات کے کئی ہزارون ورق کو پڑھ جاؤ یہ نہین معلوم ہوگا کہ ان لوگون کو دل کی پاکیزگی سے جو مذہب کی حقیقی روح ہے مس تک بھی ہے۔ اصل در

اہم سوال جنسے کسی مذہب کی صداقت کا فیصلہ ہو سکتا ہے چھوئے بھی نہین جاتے اور عمداً ان سے گریز کیجاتی ہے صرف اسلیے کہ اسکا کوئی معقول جواب انکے مذہب مین موجود نہین ہے! اور ان مصنفونکی تمام علمیت اسی مین خرچ ہوجاتی ہے کہ بدزبانی کے نئے نئے پیرائے ایجاد کرکے گالیون کی لغت کے دایرہ کو وسیع کیا جاوے۔ اس قسم کے مباحثات جاہلونکو تھوڑی دیر کیلیے خوش کر دیتے ہین اور ان کی غرض ہوتی بھی اسیقدر ہے لیکن ان کا اثر سوائے اسکے کہ دو قومون مین کینہ بڑھے اور کچھ نہین ہوتا نہین معلوم ان مباحثات سے آریہ سماج کو کونسا فایدہ حاصل ہوتا ہے جو اس طریق کی اصلاح نہین کیجاتی۔ حالانکہ ان کا نقصان اب کھلا کھلا یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عدالتون تک نوبت پہنچ گئی ہے اور سویا ہوا کینہ پھر جاگ اٹھا ہے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ مذہبی مباحثات کا دروازہ بند کیا جاوے کیونکہ یہ مذہبی آزادی جو اس گورنمنٹ کے نیچے ہمکو حاصل ہے یہ خدا کی ایک نعمت ہے مگر اس نعمت کا ہمین شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور اسکو جایز طور پر استعمال کرکے یہ دکھانا چاہیئے کہ ہم اسکی قدر کرتے ہین نہ یہ کہ اس سے ناجایز فایدہ اٹھا کر فتنے اور فساد برپا کیے جاوین۔

خالی اعتراض کرنے اور نکتہ چینی سے کچھ حاصل نہین

ہمارے خیال مین مذہبونکے اس جنگ مین جو اسوقت شروع ہے اصلی سوال جو اس جھگڑے کا فیصلہ کر سکتا ہے بہت پیچیدہ نہین مگر اس سوال کا جواب دینے سے وہ لوگ جو حق پر نہین عمداً اعراض کر رہے ہین کیونکہ اسکا کوئی معقول جواب انکے پاس موجود نہین نتیجہ یہ ہے کہ مباحثین کا کل زور اسی بات پر ہے کہ دوسرے مذاہب پر اعتراض کیے جاوین اور اسی مین ان کی کل کوشش خرچ ہوتی ہے یون ہر ایک غیر ضروری بات بحث کے نیچے آرہی ہے اور مباحثات سے کوئی بات صفائی سے حل نہین ہوتی بلکہ ضروری اور غیر ضروری اعتراضات کا گڑبڑ مچا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مباحثین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جسکے وجود سے ملک کو اور حق کو نفع بہت کم اور ضرر بہت زیادہ پہنچ رہا ہے۔ جو دن رات اس ان تھک کوشش مین لگے ہوئے ہین کہ کتابون کی ورق گردانی کرکے ہر لفظ یا ہر خیال پر کچھ نہ کچھ اعتراض پیدا کرلین اس طریق سے کس مدعا کا حصول انہون نے مدنظر رکھا ہوا ہے اسکا جواب ہم کچھ نہین دیکھتے اگر ایک مذہب اپنی خوبی سوائے اسکے کچھ نہین دکھا سکتا کہ دوسرے مذاہب پر اعتراض کرنے مین وہ بڑا مشاق ہے تو اس سے اسکی صداقت کا پتہ نہین ملیگا اور نہ ہی جنپر اعتراض کیے گئے ہین اسکا باطل ہونا یقینی اور قطعی ہو جائیگا۔ سوائے اسکے کہ کسی مذہب کے اصل اصول پر اعتراض کیے جاوین جو ان مباحثات مین معدوم نہین تو نادر ضرور ہو رہا ہے معمولی طور پر ہر ایک فریق ان اعتراضونکو جو دوسرے مذاہب پر کیے جاوین بیجا سمجھ لیتا ہے اور جو اعتراض خود اسپر ہون انکو جھوٹے تصور کر لیتا ہے اور اگر ایک دہریہ ہے تو وہ کل اعتراضون کو صحیح سمجھ لیتا ہے پھر اس طریق سے کیا حاصل۔ ہم یہ بھی کہتے ہین کہ اگر بالفرض کسی مذہب نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ اسکے برخلاف

جس قدر اعتراض کیے جاتے ہین اسکے پاس انکو غلط سمجھنے کے وجوہات کافی ہین توبھی یہ امر اس مذہب کی صداقت کا ثبوت قطعی نہین ہو سکتا۔ مذہب کی اصل غرض صرف اسیقدر نہین کہ بعض نا قابل اعتراض باتین بیان کردے اور جو مذہب صرف اسیقدر کام کرتا ہے اور اس سے آگے کچھہ نہین کر سکتا وہ خدا کیطرف سے نہین ہو سکتا۔ مذہب کی اصل اور اہم غرض تو یہ ہے کہ وہ اپنے معتقدین کی زندگیون مین کوئی نمایان اثر پیدا کرکے دکھاوے اور انکی ناپاک زندگیونکو پاک حالتون سے بدلدے۔ دنیا مین بہت ساری سچی باتین ہین جن کو بیان کرنیسے ہماری زندگیون پر انکا کوئی نیک اثر نہین پڑسکتا۔ پس صرف اسیقدر کو مذہب کی غرض ٹھہرالینا غلطی ہے۔

مذہب کا پہلا فرض ہستی باریتعالی پر یقین تام پیدا کرنا ہے۔

مذہب کی اصل غرض اور اہم مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالے سے تعلق اور یگانگت پیدا کرکے انسان ہر ایک قسم کے گند اور ناپاکی سے نجات پاوے! اسکے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالے کی سچی معرفت حاصل ہو اور اس کی ہستی پر بصیرت کے ساتھ یقینی اور قطعی علم حاصل ہو کیونکہ اگر اللہ تعالے کی ہستی پر ہی یقینی ایمان نہین تو انسان اس سے تعلق کیا پیدا کر سکتا ہے! اب اللہ تعالے کی ہستی پر جسقدر دلایل عقل سے بالملاحظہ مخلوقات سے ملتی ہین اول تو انسے قطعی اور یقینی شہادت اس امر کی پیدا نہین ہوتی کہ واقعی اللہ تعالی موجود ہے ہان صرف ضرورت صانع کی ثابت ہوتی ہے اور علاوہ ازین یہ دلایل کسی خاص مذہب کے تو حاصل نہین ہوئے۔ پھر کسی مذہب کو ان دلایل سے کیا تعلق کیونکہ اگر کوئی مذہب نہ بھی ہوتا تو بھی یہ دلایل تو موجود ہوتے۔ پس جو مذہب ان عقلی دلایل کے سوا اور کوئی دلایل ہستی باریتعالے پر پیش نہین کر سکتا ایسے دلایل جو اپنے اندر قطعیت کا رنگ رکھتے ہون اسکا خدا کیطرف سے ہونیکا دعوے اسی جگہ باطل ثابت ہو جاویگا اور اسکی طرف سے دوسرے مذہب پر یا خود ایسے مذہب پر لمبے چوڑے اعتراضونکی ضرورت نہین رہتی! اور خواہ اسکے عقاید کیسے ہی نا قابل اعتراض ہین مگر محض اسوجہ سے کہ اس مین کوئی قابل اعتراض بات نہین وہ خدا کیطرف سے ہونیکا دعوے نہین کر سکتا کیونکہ ایسا مذہب کوئی نیا علم ہمین نہین دیتا سوائے اسکے جو خود عقل انسانی نے دریافت کیا ہے۔ علاوہ ازین جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہین خالی عقل کی شہادت قطعی شہادت خدا کے موجود ہونے پر نہین بلکہ صرف اسکی ضرورت کی شہادت ہے۔ اسلیے جو مذہب عقلی شہادتکے سوائے اور کوئی شہادت وجود باریتعالے پر پیش نہین کر سکتا اسکا منبع بھی عقل ناقص ہی ہوگی نہ خدا جو کامل ہے۔ اسلیے کسی مذہب کی صداقت پر کھنے کیلیے سب سے پہلے ہمین اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس نے باریتعالے کی ہستی پر یقین پیدا کرنیکے لیے کونسی راہ بتائی ہے۔ پس اس جنگ مذاہب مین ہر ایک مذہب کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ وہ راہ دکھادے۔ جس راہ پر چلکر انسانونکو ہستی باریتعالے کے متعلق یقین تام پیدا ہو سکتا ہے۔

مذہب کا اثر انسان کی زندگی پر

اگر مباحثات میں اس امر کو مدنظر رکھا جاوے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے تو بہت سارے مباحثات کا اسی جگہ خاتمہ ہو جاتا ہے ہاں کچھ دعویدار باقی رہ جاوینگے جنکے درمیان فیصلہ کرنیکے لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس دعوے کی دلیل انکے ہاتھ میں کیا ہے یعنی آیا اس دعوے کا کہ فلاں مذہب میں اللہ تعالے نے اپنی ہستی پر یقین تام پیدا کرنیکا راہ بتایا ہے عملی رنگ میں اس کے پیرووں پر کوئی اثر بھی ہے یا نہیں کیونکہ اس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر ایک شخص پورے یقین کے ساتھ خدا کی ہستی پر یقین رکھتا ہے تو اسکا قدم ایک لمحہ کیلیے بھی خدا کی مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا جس دل پر اس یقین نے پورا تسلط کر لیا ہے کہ ایک برتر ہستی موجود ہے جو انسان کے دل کے اندرونی خیالات سے بھی واقف ہے اور جو مخالفت کرنیوالونکو ایک دم میں ہلاک کر سکتی ہے تو ممکن نہیں کہ پھر اسی دل میں کوئی گندہ اور ناپاک خیال یا اللہ تعالے کی مرضی کے خلاف کوئی خیال قایم رہ سکے اسلیے مذہبی مباحثات کے اندر دوسرا اہم امر یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کسی مذہب کا اپنے پیرووں کی زندگی پر یہ اثر ہے یا نہیں کہ وہ انکو ہر ایک قسم کی ناپاکی سے نجات دیکر ایک پاک تبدیلی انکے اندر پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ایسے مذہب میں چلکر شیطان کے وسوسوں سے بالکل محفوظ ہے تو ثابت ہوگا کہ ایسا مذہب اللہ تعالے کے ساتھ تعلق پیدا نہیں کرتا اسلیے اس مذہب سے وہ راہ بھی نہیں مل سکتی جس پر چلکر انسان کو ہستی باری تعالے پر یقین تام حاصل ہو سکے بحر حال اس مرحلہ پر اور بہت سارے دعویدار الگ ہو جاوینگے۔

مذہب کی سچائی کا امتیازی نشان

مگر یہاں بھی اس بحث کا پورے طور پر خاتمہ نہیں ہوتا کیونکہ پاکیزگی کے کئی ایک دعویدار پیدا ہو جاوینگے اور یہ مشکل ہے کہ ہر ایک دعویدار کے دعوے کو مثالیں دیکر تولا سکیں کیونکہ ایک انسان کسی دوسرے شخص کی نسبت کیا کہہ سکتا ہے کہ اس کی زندگی کیسی ہے۔ علاوہ اسکے بہت سے ایسے افعال ہیں جن کے متعلق سب کا اتفاق نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ گناہ میں شامل ہیں یا نہیں اسلیے کوئی ایسا امتیازی نشان ہونا چاہیے جس سے اس دعوے کو آسانی سے پرکھا جا سکے یا یوں کہو کہ کوئی ایسا نشان ہونا چاہیے جو قطعی طور پر فارق بین الحق والباطل ہو۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالے نے انسانونکو تاریکی میں ہی رکھنا چاہا ہو اور سچے مذہب کا کوئی ایسا نشان نہ رکھا ہو جسکے ذریعہ سے ہر ایک بجائے خود اسے پرکھ کر اختیار کر سکے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حق اور باطل کے درمیان خدا تعالے نے کوئی...

امتیازی نشان نہ رکھا ہو اگر اللہ تعالی انسانوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اسکی رضا کے تابع ہو کر چلیں اور اسکی مخالفت کی راہوں میں قدم نہ رکھیں تو ضرور ہے کہ اس نے اس راہ کی کوئی ایسی علامت رکھی ہو جس سے جھوٹی راہیں خالی ہوں پس اس امر سے کسی صورت میں انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی ایسا امتیازی نشان ضرور ہونا چاہیے جس سے طالب حق جھوٹے اور سچے مذہب کے درمیان فرق کر سکے اور یہی امتیازی نشان ہی ایک ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے جو بالآخر

اس عظیم الشان مذہبی جنگ میں حَکم کا کام دیکر اس جنگ کو ختم کر سکتا ہے۔ اور ایک اور ایک ہی مذہب کو سچا ثابت کر کے باقی سب کے...... بطلان کو مذہبی طور پر دکھا سکتا ہے پس ضروری اور اہم سوال کل مباحثات میں یہی ہونا چاہیئے کہ وہ امتیازی نشان جو حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے کیا ہے۔ اور وہ نشان کس مذہب میں پایا جاتا ہے اور کونسے مذاہب اس سے خالی ہیں صرف اسی قدر امر کا فیصلہ ہونیسے ہم ان مباحثات کے دل آزار طریق سے نجات پا سکتے ہیں۔

وہ امتیازی نشان کیا ہے اور کہاں پایا جاتا ہے؟

سچے مذہب کا امتیازی نشان یہ ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت یہ تائید ملتی ہے کہ وہ آسمانی نشان دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس امر سے کسی کو انکار نہیں کہ ہر ایک مذہب نے ابتدا میں یہی دعوے کیا تھا اور اسی امتیازی نشان سے اس وقت کے موجودہ مذاہب پر فتح پائی تھی پس اگر ایسا امتیازی نشان حق اور باطل میں فرق کرنیکے لیے ابتدا میں ضروری تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ آنیوالی نسلوں کو وہی امتیازی نشان نہ دیا جاوے بلکہ انکو تاریکی میں رکھا جاوے پس اسی امتیازی نشان کے ذریعہ سے ہم ان لوگوں کے دعاوی کو پرکھیں گے جو پاکیزگی کے مدعی ہیں اور یہی امتیازی نشان جو ایک طرح پر سب مذاہب کے نزدیک مسلم ہے اس جنگ مذاہب میں فیصلہ کن امر ہوگا۔ یہ امر کہ واقعی یہی وہ امتیازی نشان ہے جو اللہ تعالےٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنیکے لیے رکھا ہے۔ صرف اسی سے ثابت نہیں کہ ہر ایک مذہب کی ابتدا میں یعنی جب وہ مذہب انسانی غلطیوں سے پاک تھا یہ نشان ضرور پایا جاتا تھا بلکہ غور کرنیسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی امتیازی نشان حق اور باطل میں فرق کرنیکے لیے ہونا چاہیے کیونکہ صرف آسمانی نشان ہی ایک ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین تام اور ذات باری کی معرفت تامہ پیدا ہو سکتی ہے اور یہ ہر مذہب کی مسلمہ غرض ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بدی سے بچنے کیلیے غیر معمولی ایمانی قوت درکار ہے اور غیر معمولی طاقت نہیں پیدا ہو سکتی جب تک انسان ہستی باریتعالی پر خارق عادت نشان نہ دیکھ لے۔ پس اصلی سوال جو کل مباحثات کو طے کر سکتا ہے۔ ایک نہایت ہی مختصر اور سیدھا سوال ہے جسکے حل کرنیکے لیے کوئی ایسی بات درکار نہیں۔ جو معمولی انسانوں کی قوت سے باہر ہو۔ طالب حق کو صرف اسقدر دیکھنا چاہیئے کہ وہ کونسا مذہب ہے جس میں اللہ تعالےٰ خارق عادت آسمانی نشان ظاہر فرماتا ہے۔ اس مرحلہ پر پہونچکر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی مدعی اس میدان میں ہے اور اسکے سوائے کسیکو جرأت نہیں جو اس میدان میں آسکے یا اسکے مقابلہ پر کمر ہمت باندھ سکے۔ یہ مدعی ہے اسلام کا پاک مذہب مگر نہ وہ اسلام جس میں انسانوں نے غلطیاں ملا دی ہیں۔ بلکہ اصلی اسلام جسکی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ اور جسکو آج اس ذات اطہر کا نایب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پیش کر رہے ہیں کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس امتیازی نشان میں اس حامی اسلام کا مقابلہ کرنے کی جرأت

کی ہو اور جس نے جرأت کی نیچا دیکھا۔ خود آریہ سماج نے بھی اپنے ایک لیڈر کی موت مین ایسا امتیازی نشان دیکھا مگر افسوس کہ پھر بھی گندہ زبانی سے کام لیا۔

دھرم پال کی گندی تحریرین

آریہ سماج اس امر کا ثبوت تو دینے سے رہا کہ اسمین سچے مذہب کا امتیازی نشان پایا جاتا ہے اسلیے اب اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ جسقدر ممکن ہو دوسرے مذاہب کی نسبت سخت زبانی کیجاوے۔ کوئی دن ایسا نہ گذرتا ہوگا جس دن کوئی آدمی کسی ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار نہ کرتا ہو مگر آریہ سماج مین کسی شخص کا داخل ہونا سماج کیلیے ایک ایسی عجیب اور نئی بات ہے کہ ہر کس و ناکس کے ارتداد پر دنیا مین ایک شور برپا کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ ایک شخص نے جسکا نام اسکے والدین نے غلطی سے عبدالغفور رکھا تھا آریہ سماج مین داخل ہو کر دھرمپال اپنا نام تجویز کیا۔ تبدیلی مذہب کے وجوہات دینے کی بجائے اس نے ایک کتاب ترک اسلام شایع کی جس مین اسلام پر حسب معمول آریہ سماج کچھ اعتراض اکھٹے کیے گئے۔ اس کتاب کا جواب کئی مسلمان مناظرین کی طرف سے شایع ہوا جسپر دھرمپال صاحب کو اسقدر جوش آیا ہے کہ انہون نے ایک کتاب تہذیب الاسلام کے نام سے شایع کر کے اسمین دل کھولکر مسلمانونکے خدا اور پیغمبر کو گالیان دی ہین۔ طرز تحریر ایسا ہے کہ متانت مس بھی کر گئی نہین معلوم ہوتی۔ اس کتاب مین اسقدر تیز زبانی اور ہلکاپن سے کام لیا گیا ہے کہ پڑھنے والا ایک لمحہ کیلیے بھی مصنف کے متعلق اچھی رائے قایم نہین کرسکتا۔ اللہ تعالے کے متعلق اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے حقارت آمیز کلمات کو بار بار دھرایا ہے جس سے ایک مسلمان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ کتاب کو شروع ان الفاظ سے کیا گیا ہے کہ دنیا مین سب سے بڑا فریبی کون ہے اور بہت سے تمسخر اور استہزا کے بعد اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ٹھگون اور چورون اور کیسہ بُرون غرضیکہ دنیا کے ہر ایک بدمعاش اور لچے سے بڑھکر فریبی (نعوذ باللہ) مسلمانونکا خدا ہے اور پھر اس جواب پر سفیہانہ ہنسی کی ہے اسکے بعد کوتہ اندیش مصنف اسی استہزا کے رنگ مین اسی قسم کے حقارت آمیز اور گندے کلمات کو دھراتا ہے اور اللہ تعالے کے متعلق یہ بیباکانہ اور گندہ طرز تحریر اختیار کرتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک کیا وہ چورونکا سردار ہے۔ کیا رہزنونکا سرغنہ ہے کیا الو مڑیونکا پیشرو ہے کیا درندونکا سرگروہ ہے۔ کیا ٹھگونکا گورو ہے کیا مٹی ہے پتھر ہے اینٹ ہے روڑا ہے اونٹ ہے ہاتھی ہے اسی قسم کے ہفوات سے صفحہ بعد صفحہ بھرا ہوا ہے۔ (دیکھو تہذیب الاسلام صفحہ ۵) لیکن نہین کہ اس گند کے بعد پھر کوئی نرمی ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر گند آگے چلا جاتا ہے۔ ہم نہین چاہتے کہ ناظرین کے دل کو دکھایا جاوے اسلیے ہم اسکی عبارتین بھی نقل نہین کرتے مثال کے طور پر یہ چند لفظ ہمنے لکھدیے ہین۔ لکھنے والیکو نہ ملک کے قانون کی کچھ پروا ہے اور نہ ہی شائستگی کا پاس ہے

اور نہ ہی یہ خیال ہے کہ آخر یہ چھ کروڑ لوگ جنکے دل وہ اس جرأت سے دکھا رہا ہے اسی گورنمنٹ کی رعایا ہین مذہبی آزادی دینے سے قانون کا یہ منشا کبھی نہین ہو سکتا تھا کہ ایسی بدزبانی اور دریدہ دہنی کی اجازت دیجاوے۔ جو موصل الی الشر ہے۔ اگر ان دو قومونکے درمیان جو باہمی صلح اور امن سے ایک دوسرے کے پہلو مین گذارہ کر رہی ہین کبھی کوئی فتنہ یا فساد ہو تو اسی قسم کے مصنفونکی تحریرین اسکی ذمہ دار ہونگی۔ کاش کہ کوئی آریہ سماج کا خیر خواہ سماج کو یہ سمجھاوے کہ ایک شخص اپنی کوتہ اندیشی سے وہ دشمنی کا بیج بو رہا ہے جسکا پھل کسی صورت مین نیک نہین ہو سکتا۔ ہندو اور مسلمانون کے تعلقات بجائے بڑھنے کے ایسی تحریرونسے اور بھی کشیدہ ہونگے جسقدر سختی اس نے ان لوگون پر کی ہے جنہون نے اسکی کتاب کا جواب لکھا تھا اسکو ہم نظر انداز کر سکتے ہین کیونکہ جوش کیوقت بعض وقت انسان حد سے گذر جانے مین معذور ہوتا ہے۔ مگر یہ بیوجہ کوسنا اور تحقیر کرنا عمداً دکھ دینے کیلیے کیا گیا ہے اور مسلمانونکے دلونکو زخمی کیا گیا ہے۔ کونسا مسلمان ہے جسکا دل اس قسم کے فقرونکو سُن کر ٹکڑے ٹکڑے نہین ہو جاتا جیسے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک شان مین بیوجہ لکھے گئے ہین۔ مثلاً صفحہ ۳۰۹ پر نعوذ باللہ آنحضرت کی نسبت معلم الملکوت کا لفظ۔

آریہ سماج کے لیڈرون کا فرض

ہم نہین سمجھتے کہ اس سخت کلامی سے آریہ سماج کو کیا حاصل ہو گا بلکہ اور مضرات کے علاوہ خود پبلک کے دل پر ایسی تحریر ونسے آریہ سماج کے متعلق کبھی اچھی رائے پیدا نہین ہو سکتی۔ کیا وہ لوگ جو دوسرے مذاہب اختیار کرتے ہین ان کا بھی یہی طریق ہے۔ ابتدا مین بعض عیسائیون نے یہ غلط راہ اختیار کی تھی مگر آریہ سماج کی تحریرونکے بالمقابل وہ تحریرین گویا کچھ بھی نہین۔ ہزارون آدمی اسلام مین داخل ہوتے ہین مگر کون اس طرح ان بزرگونکو گالیان دیتا ہے جنکے مذہب مین وہ پہلے تھا۔ بہت عرصہ نہین ہوا کہ ڈاکٹر منشی کنت چیتوپدھیا پرنسپل حیدر آباد کالج نے مذہب اسلام اختیار کیا اور اسکے وجوہات دو لیکچرون مین بیان کیے جو اسوقت رسالونکی صورت مین چھپے ہوئے ہین انکو شروع سے اخیر تک پڑھ جاؤ مگر ایک لفظ بھی اس قسم کا نہین ہو گا جس سے کسیکو ناحق رنج پہونچانیکا ارادہ کیا گیا ہو۔ مذہب مین تو صرف اصول دیکھنے ضروری ہین اور ذاتیات پر حملہ کرنا نادانی ہے۔ آریہ سماج کے لیڈرونکا یہ فرض ہے کہ کم از کم وہ ایسی تحریرون مین حصہ لینے سے اپنی بریت ظاہر کرین تا جو دکھ اس کتاب سے پہنچا ہے وہ ایک فرد واحد تک محدود رہے اور ایک قوم کیطرف سے نہ سمجھا جاوے۔ ہم امید کرتے ہین کہ آریہ سماج کے لیڈر اگر ان جوشیلے کوتہ اندیشونکو روک نہین سکتے تو اس طریق کو وہ ضرور اختیار کرینگے۔ کیونکہ یہ از بس ضروری ہے کہ ہندوؤن اور مسلمانونکے تعلقات مین کسی قسم کی رنجش پیدا نہ ہو۔

ہم دوبارہ اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہین کہ ہم کبھی اس کتاب کے ایک لفظ کی بھی پروا نہ کرتے اگر ہمین صرف مباحثہ مین کسیقدر سختی کا پہلو اختیار کر لیا گیا ہوتا۔ مباحثہ مین سختی کا ہو جانا ایک معمولی امر ہے اور جوش مین بعض وقت طرفین کے منہ سے ایسے کلمات نکل جاتے ہین جنکے معنون مین کمی بیشی کا اندازہ کرنا ٹھیک نہین ہوتا مگر اس کتاب مین

بجائے سختی کے فحش گالیون سے کام لیا گیا ہے! ایک شخص جو صرف اس کتاب کی فہرست مضامین کو ہی پڑھ لے وہ دیکھ لیگا کہ اس کتاب کا مصنف معقول مباحثہ کو چھوڑ کر سخت مباحثہ کی حد سے بھی کہین آگے گذر گیا ہے مثلاً ایسے ہزلیات اور توہین آمیز پیرایے جیسے خدا کا کیڑون مکوڑون (ص ۲۹) شیطان (ص ۱۳۸) بھنگیون یعنے چوہڑون (ص ۲۱۰) سے مقابلہ کرنا۔ اسلامی بہشت کو چکلے سے بدتر کہنا (ص ۲۱۸) ایک باعصمت عورت (حضرت مریم صدیقہ) پر وہ حملے کرنا جو یہودی بھی کرتا ہوا شرما جاوے (ص ۳۰۶) یہ اگر عمداً مسلمانونکے دلونکو دکھ پہونچانیکے لیے نہین کیا گیا تو کیا ہے۔ ہم تو یہ بھی کہنے کو تیار ہین کہ کوئی معقول آریہ سماجی بھی اس کتاب کے دو تین صفحے پڑھے تو ضرور اس کی گندہ زبانی سے کانپ اٹھیگا۔

Digitized by Khilafat Library

یہودیون اور عیسائیون کا اتحاد

مروّج اور غیر مروّج انجیلین

ڈاکٹر کراس نے جو اسوقت ہنگری کے ایک کالج مین پروفیسر ہے تیوایرا یہودیونکے ایک میگزین مین ایک مضمون لکھا ہے جسمین کسیوقت یہودیون اور عیسائیونکے اتحاد کے امکان کو دکھایا گیا ہے۔ اس مضمون مین یسوع کی زندگی کے واقعات درج کیے گئے ہین اور اس لحاظ سے کہ وہ ایک یہودی کے قلم سے نکلے ہین خاص دلچسپی رکھتے ہین۔ کوشش یہ کیگئی ہے کہ یہودیونکو اس الزام بری ثابت کیا جاوے کہ انہون نے دانستہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کوئی تکلیف پہنچائی تھی پہلے وہ ذرائع بیان کیے گئے ہین جنسے مسیح کی زندگی کے واقعات کا پتہ ملسکتا ہے! اور اس امر پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ تاریخی طور پر مسیح علیہ السلام کی زندگی کے واقعات دریافت کرنیکے ذرایع بہت ہی کم ہین۔ چار مروجہ انجیلونکے متعلق مصنف مضمون کی وہی رائے ہے جو آج کل عیسائیونمین مسلم ہے یعنی یہ کہ وہ ایکسنا مکمل اور ناقص روایت کی بنا پر لکھی گئی ہین گویا تاریخ کے رنگ مین نہین بلکہ قصونکے رنگ مین ہین! اسکے ساتھ ہی تاریخی طور پر ان چالیس یا چالیس سے زیادہ انجیلونکو جو عیسائیونکے نزدیک جعلی ہین اسی حد تک معتبر قرار دیا گیا ہے! اور اسکی وجہ یہ بیان کیگئی ہے کہ "جبتک مروجہ چار انجیلونکو کافی شاہد تصور کیا جاتا تھا غیر مروج انجیلونکو کوئی وقعت نہین دیجاتی تھی۔ مگر اب جبکہ مروجہ انجیلین قصص اور ناقابل اعتبار ثابت ہوگئی ہین تو کوئی ایسا امتیازی نشان نہین جس سے ہم ان دونون قسم کی انجیلونمین کوئی فرق کرسکین۔ دو یا تین سال تین گذرے ہونگے کہ جرمنی کے فاضل کانرڈی نے ایک مشہور تصنیف مین یہ ثابت کیا تھا کہ طفولیت کی انجیلین نہایت قیمتی تاریخی ذرایع ہین اور انپر غور ہونا چاہیئے

جسقدر غیر مروج انجیلونکی وقعت تاریخی نگاہ مین بڑھتی جاوے گی اسیقدر مروجہ اناجیل کی وقعت کم ہوتی جاویگی ان امور کو مدنظر رکھکر یسوع کی زندگی مین ایک بھی ایسا واقعہ نہین جسکی صحت پر اعتراض نہ ہو سکتا ہو"..... عیسائیونکی ان تحریرونکے علاوہ یہودی ذرایع کو بھی لیا گیا ہے اگرچہ وہ ان سے بھی بہت کم ہین۔

مسیح کی ولادت پر حملے

یہودیون کی نفرت حضرت مسیح سے ایک مشہور امر ہے۔ لیکن ڈاکٹر کراس اگرچہ بکلی اس نفرت سے پاک نہین مگر بہت حد تک اس موروثی نفرت کے خیال کو دل سے دور کر چکا ہے تاہم اسکی تحریر بالکل اس خیال سے پاک نہین۔ ابتدا مین وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ "یسوع ایک بزرگ اور متقی انسان ہمارے درمیان پیدا ہوا" اور پھر لکھتا ہے "اگر کلیسیا ہر ایک امر کو جو یسوع کے متعلق ہے بگاڑ کر کچھ کا کچھ نہ بنا دیتی تو اسکا نام آج یہودیونکے درمیان نفرت نہین بلکہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ اگر کلیسیا انہین مسایل کو رواج دیتی جنکی تعلیم واقعی حضرت مسیح نے دی تھی۔ تو اسرائیلی انبیاء اور خود یسوع کے اصل منشار کے مطابق ہوتا۔ کیونکہ وہ ہم مین سے تھا وہ اس امر کو محسوس کرتا تھا کہ وہ ہماری طرف بھیجا گیا ہے وہ ہمین تعلیم دینی چاہتا تھا اور ہماری خوشحالی اسکا مقصد تھا" ان الفاظ مین حضرت مسیح کا بنی اسرائیل کیطرف رسول ہونا جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے صاف الفاظ مین تسلیم کر لیا گیا ہے مگر باوجود اس اقرار کے ان جھوٹے قصّونکو جو حضرت مسیح کی پیدایش کے متعلق یہودیونمین چلے آئے ہین اس مضمون مین بہت وقعت دیگئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ تاریخی طور پر انکو صحیح تسلیم نہین کر لیا گیا بلکہ یہ بھی مانا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت کو ناجایز قرار دینے سے اصل غرض یہود کی صرف یہی تھی کہ تا انکے دعوے کی تردید کرین اور تا کہ ان کی نسبت ایسی باتین مشہور کیجا دین جو انکو بدنام کرنیوالی ہون مگر پھر بھی مصنف مضمون کا دل یہ نہین چاہتا کہ ان قصّونکو قطعی طور پر جھوٹے قرار دے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "جہان ایک بے تعصب محقق اسبات کا افسوس کریگا کہ مذہبی جوش نے کہانتک نوبت پہنچائی ہے ساتھ ہی اسکے سامنے یہ سوال بھی آئیگا کہ کوئی واقعہ جسکے ذریعہ سے اظہار دشمنی کیا جاوے لازمی نہین کہ وہ ضرور ہی جھوٹا ہو کیا ممکن نہین کہ انجیلونکا قصہ ہی جسپر اور بھی کئی طرح کے شبہات وارد ہوتے ہین جعلی ہو؟ اور اگر کلیسیا کو جو یسوع کی الوہیت یا اسکے بن باپ پیدا ہونیکا کوئی ثبوت نہین دے سکتی اسی امکان کا مقابلہ کرنا پڑے کہ یسوع کی ولادت کے متعلق وہی قصص صحیح ہین جو حواریونکے علاوہ دوسرے لوگون (یعنی یہودیون) نے لکھے ہین تو پھر کیا ہوگا۔ کیا اس سے یسوع کی تعلیم کی قیمت کم ہو جاویگی اور کیا پھر وہ اس قابل نہ رہیگی کہ ایک عظیم الشان کلیسیا کی بنیاد اسپر رکھی جاوے" یہ خیالات مصنف کی اپنی رائے کی تردید کر رہے ہین جو اس مضمون کے پہلے حصّہ مین حضرت مسیح کے سچا نبی ہونیکے متعلق اسنے بیان کی ہے کیونکہ اگر واقعی حضرت

مسیح خدا کیطرف سے تھے اور راستباز تھے۔ تو ان قصص کو لازماً جھوٹا ماننا پڑے گا۔ راقم مضمون کو جو ایک یہودی ہے توریت کے وہ الفاظ ضرور معلوم ہونگے جنمین حرامی بچونکے متعلق لکھا ہے کہ "حرامی بچہ خداوند کی جماعت مین داخل نہ ہووے۔ اسکی دسوین پشت تک وہ خداوند کی جماعت مین شامل نہ ہو" (استثنا ۲۳/۲) پس وہ شخص جسکو اللہ تعالے اس قابل بھی نہین سمجھتا کہ وہ اسکی جماعت مین داخل ہووے ایسے شخص کو وہ نبوت کا ممتاز عہدہ کیونکر دیسکتا ہے! اس حوالہ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیون کی اصل غرض ان قصونکے گھڑنے مین سوائے اسکے کچھ نہین تھی کہ اس سے حضرت مسیح کے دعوے نبوت کو صدمہ پہنچے۔ یہ سچ ہے کہ کسی آدمی کی بڑائی اس بات پر منحصر نہین کہ اسکی ولادت یا نسل کیسی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی حق ہے کہ وہ لوگ جنکو اللہ تعالی اپنے لیے چنتا ہے! ور جنکو وہ دنیا کیطرف رسول کر کے بھیجتا ہے اس قسم کے نقصونسے اور ایسے عیبونسے پاک ہوتے ہین! ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جھوٹے قصونمین جن مین حضرت مسیح کی ولادت پر حملے کیے گئے ہین یہودیونکا کیسا پکا اعتقاد ہے مگر انکو سچا نبی ماننے کیلیے یہ ضروری ہے کہ پہلے ان قصون کو جھوٹا سمجھا جاوے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کو حضرت مسیح کے متعلق روح منہ کہنا پڑا جس سے یہ سمجھایا گیا کہ جس بات پر یہودی جمے بیٹھے ہین کہ آپکی ولادت مین نعوذ باللہ ناپاکی کو دخل ہے یہ بالکل جھوٹ بات ہے بلکہ وہ ایک پاک روح ہے جو خدا کیطرف سے ہے نہ کہ شیطانی اور ناپاک روح۔ اگر یہودیونکا اسقدر سخت اعتراض آپ کی ولادت پر نہ ہوتے تو خدا کے پاک کلام کو ان الفاظ کے بیان کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

تیس سالہ زندگی حضرت مسیح کی تیس سال کی زندگی کا کوئی حال معلوم نہین اور اس امر سے عیسائیونکو بھی انکار نہین مروجہ اناجیل مین صرف ایک دو واقعات کا ذکر ہے۔ طالمود مین بھی ایک دو اشارے پائے جاتے ہین مگر انکی صحت پر یقین نہین کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر کراس ایک واقعہ کو جسکا ذکر طالمود نے کیا ہے یون بیان کرتا ہے۔ "ایسا ہی بیان طالمود مین بھی موجود ہے۔ یہان یسوع بحیثیت ربی یشوع بن پراجا کے شاگرد کے پیش کیا گیا ہے جسکے ساتھ وہ مصر مین بھاگ گیا کیونکہ بادشاہ ربیونکو تکلیف دیتا تھا۔ بعد میں جب دونون فلسطین کو واپس آئے تو یسوع کا کسی عورت کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو جانا دیکھکر ربی نے اسے عاق کر دیا یہی سبب تھا کہ یسوع نے اسرائیلی مذہب سے ارتداد کیطرف لوگونکو بلایا" اس قصہ کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ایسے وقت مین گھڑا گیا جب عیسائیت کا رنگ پلٹ چکا تھا یعنی...... حضرت مسیح سے بہت مدت بعد۔ عجیب بات ہے کہ اور نبیونپر بھی انکے دشمنون نے اسی قسم کے الزام لگائے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام خبیث فطرتین ایک ہی وضع کی ہوتی ہین۔

مسیح کی تعلیم مگر سب سے زیادہ ضروری امر جو یہودیون اور عیسائیون کے اتحاد کے سوال کو آخر کار حل کر سکتا ہے

مسیح کی تعلیم کا سوال ہے۔ اس بارے مین ڈاکٹر کراس سب سے پہلے یہ سوال پوچھتا ہے کہ کیا حضرت مسیح نے واقعی کسی نئے مذہب کے بانی ہونیکا دعوے بھی کیا تھا؟ اور اسکا جواب یہ دیتا ہے کہ "باوجودیکہ اناجیل اسوقت لکھی گئین جب عیسائیت مین کسی قدر تغیر آچکا تھا تاہم وہ بھی کھلے طور پر یہ دعوے کرنیکی جرأت نہین کرتین کہ یسوع نے شریعت موسوی کو منسوخ کر دیا تھا اور تفسیر کو تاریکی مین رہنے دیا کہ حواری اسکے متعلق ٹھیک رائے قایم کرین۔ ایک معقول پسند منقد اناجیل سے صرف اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ خواہ انکی مذہبی تعلیم کچھ ہی ہو اسمین کچھ شک نہین کہ یسوع دوسرے یہودیونکی طرح ایک یہودی تھا بلکہ ربیونکی طرح وہ ایک ربی تھا۔ اور کہ اس نے صرف اسیقدر دعوے کیا اور اس سے بڑھکر اور کوئی دعوے نہین کیا!" دراصل حضرت مسیح کے اقوال مین جو اناجیل مین مذکور ہین ایک لفظ بھی ایسا نہین جس سے یہ ثابت ہو کہ آپنے شریعت موسوی کو منسوخ کر دیا تھا یا آپ کا ارادہ منسوخ کرنیکا تھا۔ متی آپکے اس قول کو نقل کرتا ہے "یہ خیال مت کرو کہ مین توریت یا نبیونکی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہون مین منسوخ کرنیکو نہین بلکہ پوری کرنیکو آیا ہون" (متی ۵/۱۷)۔ طالمود اسی قول کو نقل کرتے ہوئے اسکو اور بھی واضح کر دیتی ہے چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہین "مین اس لیے نہین آیا کہ موسےؑ کی شریعت سے کچھ گھٹاؤن نہ اسلیئے آیا ہون کہ اس شریعت پر کچھ ایزاد کرون" شریعت کو پورا کرنیسے آپ کا یہی مطلب تھا۔ پھر جب ایک دولتمند نے آپسے آکر کہا کہ مین کونسا نیک کام کرون جس سے ہمیشہ کی زندگی پاؤن تو آپ کا جواب عبرانیون کی انجیل مین یون نقل کیا گیا ہے کہ "توریت اور نبیون کی کتابونکو پورا کرو" یعنے انکے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ یہ شالبین یہودی فاضل نے یہ ثابت کرنیکے لیے لکھی ہین کہ حضرت عیسے صرف شریعت موسوی کے خادم ہوکر آئے تھے اور خود کوئی نئی شریعت نہین لائے اور نہ آپنے کبھی شریعت سے انحراف کیا۔ عملی طور بھی وہ حضرت موسےؑ کی شریعت کے مطابق ہی چلتے رہے آپ کی زندگی مین صرف دو ایسے واقعہ پیش کیے جاتے ہین جن کو حضرت موسےؑ کی شریعت کے خلاف ورزی کہا جاتا ہے اور پھر اس سے منسوخی شریعت کا نتیجہ نکالا جاتا ہے مگر یہ محض تنکے کا پہاڑ بنانا ہے۔ ڈاکٹر کراس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اول تو ممکن ہے کہ سہواً یہ افعال آپسے سرزد ہوئے ہون یعنی ایک سبت کے دن خوشے توڑنیکی اجازت دینا اور دوسرا کھانیسے پہلے ہاتھ نہ دھونا اور پھر یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ ضروریات شریعت موسےؑ کی نہ تھین۔ بلکہ ربیونکے بنائے ہوئے قواعد کے مطابق انکی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔

یہودی الزام سے بری نہین ہین

یسوع کے عدالتمین گھسیٹا جانے اور صلیب پر کھینچا جانے کے معاملہ مین ڈاکٹر کراس یہودیونکو بالکل بیگناہ سمجھتا ہے اور اسکا سارا گناہ پیلاطوس کے ذمے ڈالتا ہے جو رومیون کیطرفسے حاکم تھا۔ اس امر کو چھوڑکر کہ جسقدر شہادت ملتی ہے

وہ اس کے خلاف ہے یہ غلب بھی نہین کہ یہودیون نے حضرت مسیح کو دکھ دینے مین کوئی حصہ نہ لیا ہو مصنف مضمون لکھتا ہے کہ "اس قسم کے اور بہت سے خیالی پلاؤ پکانیوالے" جس سے اس کی مراد مسیحیت کے جھوٹے دعویدار مین۔ اسوقت سے پہلے اور پیچھے رومیون نے اسی طرح مار ڈالے تھے مگر اس سے بھی یہ قرینہ پیدا نہین ہوتا کہ حضرت مسیح بھی اسی طرح مارے گئے ہون اسوقت کے یہودیونکے دلونمین مسیح کی وہ عزت نہ تھی جو آجکل کے بعض مہذب یہودیونکے دلونمین ہے بلکہ وہ انکو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ حضرت مسیح کی مخالفت کرنیمین ان کے ہاتھ مین کوئی بھی عذر نہین تھا انکو ٹھوکر ملیاکی کی پیشگوئی پر لگی جس مین لکھا تھا کہ سچے مسیح کے آنیسے پہلے ضرور ہے کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے پس یہودیونکے نزدیک مسیحیت کا ہر ایک دعویدار جھوٹا تھا جبتک ایلیا نبی آکر اسکی شہادت نہ دیتا۔ اسی بنا پر انہون نے حضرت عیسے علیہ السلام کے دعوے کو بھی جھوٹا سمجھ لیا۔ ایلیا کی دوبارہ آمد کی تشریح جو حضرت مسیح نے کی وہ یہ تھی کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہی ایلیا ہے یعنی ایلیا کی دوبارہ آمد سے مراد یوحنا بپتسمہ دینے والے کا آنا تھا جو ایلیا کی روحانی خاصیتونکو لیکر آیا ہے۔ لیکن یہودیون نے اس امر کو قبول نکیا اور وہی غلطی کی جو خود اس زمانے مین وہ لوگ کر رہے ہین جو اس انتظار مین ہین کہ مسیح خود آسمان سے اترے حالانکہ مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی اسکے مثیل کی آمد سے جو اسی کے رنگ مین اور اسی کی روحانی قوتونکے ساتھ آیا ہے پوری ہو چکی ہے غرضیکہ اس موٹی بات کو ہاتھ مین لیکر کہ چونکہ ایلیا نہین آیا اسلیے مدعی مسیحیت صادق نہین ہو سکتا۔ یہودیون نے ہر قسم کے دلایل کے سننے سے اعراض کیا۔ اب وہ حالت نہین کیونکہ ایلیا کے آنیسے یہودی مایوس ہو چکے ہین جیسا کہ کسی دن مسیح کے آنیسے اسکے قایل مایوس ہو کر آخر حق کیطرف رجوع کرینگے پس اب وہ حضرت مسیح کو راستباز نبی ماننے کیلیئے بھی تیار ہین مگر اسوقت چونکہ یہودی پختہ طور پر یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ حضرت عیسٰے دعوے مسیحیت مین نعوذ باللہ مفتری ہین اور اسی لیے انہون نے آپ پر اور آپکی والدہ صدیقہ پر نہایت ناپاک الزام بھی لگائے تھے اسلیے انہون نے طرح طرح کے دکھ بھی انہین دیئے اسیطرح جیسا ہر نبی کو دکھ دیا گیا۔ صلیب پر کھینچنے سے انکا منشا یہی تھا کہ اس سے حضرت مسیح کا دعوے باطل ہو جاویگا۔

اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے

اب ہمنے یہ دیکھنا ہے کہ یہودیون اور عیسائیونکا اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے ڈاکٹر کراس اسکے متعلق اپنے مضمون کے اخیر مین یہ تجویز کرتا ہے "اگر ہم یہودی جنکی تعداد بہت تھوڑی سی ہے عیسائی کلیسیا سے یہ درخواست کرین کہ وہ ہماری خاطر اپنی بعض باتونکو چھوڑ دے تو یہ شاید ہماری گستاخی سمجھی جاوے گی لیکن اگر یہ صورت ہو جاوے تو پھر ہم دونون قومین اس عظیم الشان انسان یسوع مین اپنی خوشی کو پالینگی۔ ہم بڑے فخر سے اسے اپنا تسلیم کر لینگے اور اسے اسرائیل کا سب سے بڑا فرزند مان لینگے۔" چونکہ اب وہ خدا تو ہو نہین سکتا پس اسے انسان ہی بننے دیا جاوے لیکن

ایسا انسان جو معمولی انسانوں سے نرالا ہے اور ان پر فوقیت رکھتا ہے۔ چند سال کا ذکر ہے کہ راقم اور دیگر یہودی مصنفوں کو امریکہ سے چند سوال پہنچے تھے جن میں ہماری رائے یسوع کے متعلق دریافت کیگئی تھی۔ اور یہودی مذہب کے اتحاد کے متعلق اشارہ کیا گیا تھا۔ ہم یہودی اگر اس بات کو مان لیں تو گویا اپنی تمام خصوصیات یعنی اپنی قومیت اور اپنی زندگی اور اپنے مذہب سے دست بردار ہو جائینگے ہان اگر عیسائی مذہب اپنی خصوصیات کو چھوڑ دے تو ہم اپنی خصوصیتیں چھوڑ دینگے تب ہم بائبل کے الفاظ مین ایک قوم ہو جائینگے یہ میرا جواب اس اتحاد کے سوال کے متعلق ہے جو امریکہ سے پوچھا گیا تھا" اس تجویز سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ راقم کا منشاء عیسائیت کی خصوصیات سے کیا ہے۔ یہی تثلیث اور مسیح کی الوہیت اور کفارہ یعنی عیسائی مذہب کے وہ اصول جن پر اسکی بنیاد رکھی گئی ہے اور جنکے سبب سے یہ مذہب یہودی مذہب سے الگ ہوا لیکن یہ ٹھیک معلوم نہین ہوتا کہ یہودی مذہب کی خصوصیتوں سے کیا مراد ہے غالباً اسکا منشاء یہودیوں کی شریعت سے ہے۔ دراصل یہ اتحاد کی تجویز ان دونوں قوموں کے موجودہ میلان کا نقشہ کھینچ رہی ہے کیونکہ عیسائی مذہب کا میلان تو اسوقت یہ ہے کہ کفارہ اور تثلیث اور الوہیت مسیح کے عقاید کو دور کیا جاوے اور یہودی مذہب کا میلان یہ ہے کہ یہودی شریعت اسوقت قابل عمل نہین ہے اور یہودی شریعت تھی بھی دراصل ایک خاص قوم اور خاص وقت کے لیے۔ لیکن اگر دونوں مذہبوں کی خصوصیتوں کو الگ کر دیا جاوے جیسا کہ زمانہ باواز بلند پکار رہا ہے کہ انہین آخر چھوڑنا پڑے گا۔ تو باقی صرف اسلام کے اصول ہی رہ جاتے ہین یا یوں کہو کہ ان دونوں مذہبوں کا خاتمہ ہو کر باقی صرف اسلام کا مذہب ہی رہجاتا ہے کیونکہ اسلام نے جہان ایک طرف تثلیث اور کفارہ کی تردید کی دوسری طرف یہودی شریعت کو منسوخ کر کے دنیا کو ایک ایسا پاک مذہب عطا کیا جو سب قسم کی غلطیوں سے پاک ہے اسلیے یہودوں اور عیسائیوں کا مجوزہ اتحاد ہمین ایک قسم کی خوشی بھی دیتا ہے کیونکہ یہ قبولیت اسلام کیطرف پہلا قدم ہے۔

ان غلطیوں کی اصلاح سب سے پہلے کس نے کی

اگر یہ تجویز یہودیوں اور عیسائیوں کے اتحاد کی تکمیل کو پہنچ جاوے تو دنیا اس انسان کو اپنا عظیم الشان محسن سمجھے گی جسکے ذریعہ سے ایسی اصلاح ہوگی اسوقت بیشک ہر ایک آدمی کا خیال ایسا ہی ہوگا۔ لیکن جب واقعات کیطرف دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات دنیا اپنے سچے محسنوں سے دشمنی ہی کرتی رہی ہے اور احسان فراموشی کر کے انہین کی مخالفت کرتی رہی ہے جنہوں نے اسے فایدہ پہنچانا چاہا۔ ایک ایسا محسن بلکہ دنیا کا سب سے بڑا محسن عرب کے بیابانوں مین اٹھا اور سب سے پہلے اسنے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کو اپنی غلطیوں پر مطلع کیا۔ مگر اسکی بات کو کسی نے نہ سنا۔ اسنے یہودیوں کو باواز بلند پکار کر سنایا کہ دیکھو تم مسیح کو جھوٹا کہنے مین اور انپر اور انکی والدہ پر الزام لگانے مین غلطی کر رہے ہو اور یہ بھی سنایا کہ حضرت موسےٰؑ کی شریعت قانون مختص القوم اور مختص الزمان تھا۔ اسنے

عیسائیونکو بار بار کہا کہ مسیح کو خدا مت کہو۔ وہ نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے ہان انسانون مین سے ایک انسان مگر ساتھ ہی خدا کا ایک برگزیدہ نبی بھی ہے۔ اس نے دونون قومون پر الزام قایم کیا کہ ایک قوم تفریط کیطرف جا رہی ہے اور دوسری افراط کیطرف۔ اور فرمایا کہ یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم اے اہل کتاب مسیح کے بارے مین غلو مت کرو نہ اسکو حد سے بڑھا کر خدا بناؤ نہ اتنا گھٹاؤ کہ مفتری اور کیا کچھ قرار دو۔ اسی طرح پر یہودیون کے الزام کو بہتان عظیم کہہ کر ان تمام قصونکو جھوٹے قرار دیا جنکو مشہور کرکے یہودی مسیح کی ولادت پر ناپاک حملے کرتے

آنحضرت کا ان غلیطیون پر مطلع ہونا ایک خارق عادت امر تھا

حضرت عیسے علیہ السلام کے متعلق جو کچھ قرآن شریف مین بیان کیا گیا ہے اسمین اعجازی امر یہ ہے کہ ان باتونکا کہنے والا بظاہر ایک اُمّی آدمی تھا جسکو کتابی علوم کا مطلق کچھ پتہ نہ تھا۔ آج کا نہین بلکہ تیرہ سو سال کا یہ ذکر ہے جسوقت نہ وہ تنقید موجود تھی جس سے آج یہ نتیجے نکالے جاتے ہین۔ نہ تنقید کے اصول اور نہ ہی وہ سامان جسکے ذریعہ ایک منقد صحیح نتیجہ پر پہونچ سکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی تحقیق نہیں کی کہ یہودیون نے یہ کہانیان کیون اور کس طرح بنائین اور آیا وہ اصلی ہین یا جعلی۔ اور نہ ہی عیسائیونکے اصول مذہب کے متعلق کبھی تحقیقات کی کہ پہلے کیا تھے پھر کیا ہوئے۔ غرضیکہ ان عادی راہونمین سے کوئی راہ اختیار نہین کی جنپر چلکر دنیا مین انسان بعض امور سے بعض نتایج پر پہنچتے ہین اور پھر وہ نتایج بھی ضروری طور پر صحیح نہین ہوتے۔ مگر ان طریقونمین سے کسی طریق کو نہ اختیار کرکے بھی آپ ایک ایسے عجیب اور صحیح اور مضبوط نتیجہ پر پہنچے جو آج ایک دنیا کو حیرت مین ڈالنے والا ہے۔ جس زمانہ مین آپکا ظہور ہوا ہے حضرت مسیح کے متعلق صحیح عقیدہ کہین بھی نہ تھا۔ یا تو افراط کا پہلو یعنی خدا اور خدا کا بیٹا اور یا تفریط کا وہ پہلو جو اور کسی نبی کے متعلق کبھی مخالفین نے اختیار نہین کیا یعنی ولادت پر یہ حملے کہ وہ نعوذ باللہ ناجایز طور پر پیدا ہوئے اور موت پر یہ حملے کہ وہ نعوذ باللہ لعنتیونکی موت تھی۔ مگر ان سب تاریکیونکے ہونے ہوئے آپ ایک ایسے روشن نتیجہ پر پہونچے جسکے سامنے آخر باریک سے باریک اصول تنقید کو سر جھکانا پڑا ہے۔ یہی باتین جو آج دو ہزار برس کے بعد عیسائیون کو معلوم ہوئی ہین آپنے انکو کہین کہ دیکھو مسیح خدا نہین بلکہ خدا کا بندہ ہے اور رسول ہے۔ اسکے سوا اور کس نے کہا۔ ولا تقولوا ثلٰثة انتھوا خیرا لکم تین خدا مت کہو اس سے باز آجاؤ کہ یہی تمہارے لیے بہتر ہے مگر اس مشفق ناصح کے الفاظ کی پروا نہ کی گئی۔ پھر کس نے یہودیونکو اس پر شوکت آواز سے کہا وقولھم علٰی مریم بھتانا عظیما۔ تم اسلیے ملعون ٹھہرے کہ تمنے مریم صدیقہ پر بہتان عظیم باندھا۔ افسوس ہے اُن عیسائیونپر جنہون نے یہودیونکے قصے سنتے سنتے آخر کار پینتھر یعنی اس رومی سپاہی کو جسکے ساتھ یہودی اپنے خبث کیوجہ سے حضرت مریم صدیقہ پر جھوٹا الزام لگاتے تھے حضرت عیسے کے آبا کی فہرست مین شامل کر دیا

اس نے کہا کہ دیکھو تم مسیح کو جھوٹا مت کہو مگر اسوقت اس ہمدرد کے الفاظ پر بہت تھوڑوں نے غور کیا اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ کون تھا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس اصلی اور حقیقی راز پر آگاہ کر دیا اور غلطیوں کے عظیم الشان ڈھیر کے نیچے سے نکالکر اصل حقیقت کو صحیح صحیح دکھا دیا۔ وہ حقیقت جو آخر کئی نسلوں کی محنتوں سے بھی جزوی طور پر ہی دریافت ہوئی ہے اسکا اطلاع دینے والا سوائے اس عالم الغیب ہستی کے اور کون ہو سکتا تھا۔ جو دلوں کے اسرار سے بھی واقف ہے اسی نے یہ صداقت بھی آپ پر منکشف کی ورنہ اس زمانہ مین اس صداقت کو پا لینا انسانی طاقت سے باہر تھا کیا یہ بین ثبوت اس امر کا نہین کہ آپ وحی الٰہی کے سرچشمہ سے بولتے تھے نہ اپنی خواہش یا ارادے سے؟ یہ ایک نہایت صاف اور واضح دلیل ہے کیونکہ ایک انسان اَن پڑھ بیابان مین بیٹھا ہوا اور بیرونی دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھنے والا خود بخود اس نتیجہ پر کیونکر پہنچ سکتا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہ اعتقاد خالی انسانی خیال ہوتا تو اغلب یہی تھا کہ آپ ایکطرف کو جھک جاتے مسلمانوں کے لیے کیسی خوشی کا مقام ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق صحیح تنقید سے آخر وہی عقیدہ صحیح ثابت ہوا جو انکے ہادی اور رہبر نے سکھایا تھا اور خود یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے غلط عقاید چھوڑکر آخر یہی پاک عقیدہ تسلیم کرنا پڑا کیسا عجیب رہنما یہ انسان تھا۔ اور کیونکر اسکی ہر ایک بات قابل وثوق ثابت ہو رہی ہے اسی کی آنکھ نے آسمان سے روشنی پاکر غلطیوں کے تاریک بادلوں کے نیچے سے اصل حقیقت کو پا لیا۔

کیا یہودی اور عیسائی اس نبی کا احسان مانین گے

چند اور لفظوں پر اسکو ختم کرتے ہین جس صورت مین یہودی اور عیسائی دونوں قومین اپنی اپنی غلطیوں کو تسلیم کر رہی ہین کیا وہ اس امر کے لیے تیار ہین کہ اس عظیم الشان محسن کے احسان کا اقرار کرین جسنے سب سے پہلے یہ حقیقت دنیا کو کھولکر دکھائی۔ وہ تعصب جو ان لوگوں کو اس مقدس انسان کے خلاف پیدا ہو گیا ہے انکو اس بات کی اجازت نہ دیگا اور گو اسلام کے اصول کی صداقت کو ایک ایک کرکے تسلیم کرتے جاوین مگر آنحضرت کی صداقت کو تسلیم کرنا انکو موت کے برابر نظر آتا ہے مگر آخر یہ تعصب کا پردہ بھی ضرور ایک دن اُٹھ جائیگا اور صداقت کی چمکدار شعاعین غلطیوں کی تاریکی کو پاش پاش کرکے سب دلوں کو منور کر دینگی کیونکہ آخر غلبہ حق کا ہی ہے دنیا مین بہت سے بڑے بڑے انسان گذرے ہین مگر اس عجیب انسان کی عظمت کے مقابل سب ہیچ ہین اسکے آگے جیسا ایک فلاسفر اور اخلاقی تعلیم دینے والے کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک منقد اور سائینس دان کو بھی آخر اس کی بات کو ماننا پڑتا ہے +

ایک عیسائی گورنمنٹ اور مسلمان

صحابہ کی تکالیف اور ایک عیسائی گورنمنٹ

ایک واقعہ گذشتہ کے اسی قسم کے واقعات کو یاد دلادیتا ہے اور اسی واقعہ کا ذکر کرتے وقت جس کا ذکر بیان کرنا ہمارا مقصود ہے انتقال ذہن تیرہ سو سال پہلے کے واقعات کیطرف ہمین لیجاتا ہے۔ ان لوگون کو جو ابتک جہاد کے قایل ہین یا ایسے مہدی کے منتظر ہین جو تلوار لیکر آئیگا اور زمین کو کافرون کے خون سے بھر دیگا۔ وہ واقعات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اثناے تبلیغ حق مین پیش آئے اپنے عقیدہ سے کسی قدر مخالف ضرور معلوم ہونے چاہیئے ایک دراز عرصہ تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کفار کے ہاتھ سے سخت اذیتین اور تکلیفین اٹھاتے رہے ولیم میور جیسا آدمی جو حتی الوسع ہر ایک شہادت کو اسلام کے خلاف ہی لینا چاہتا ہے اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ ابتدائی مسلمانون مین سے وہ لوگ جو غریب تھے پکڑ کر قید کر دیئے جاتے یا انکو کھلے میدانون مین جلتے ہوئے سنگریزون پر دوپہر کی سخت تیز دھوپ مین ڈالدیا جاتا تھا۔ اور جب وہ پیاس سے بیتاب ہوتے تھے تو انکی حالت بالکل بیہوشی کی ہو کر وہ نہین جانتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہین۔ اور پھر ذکر کرتا ہے کہ حضرت بلال کو جب اس طرح سے ناقابل برداشت تکلیف پہنچائی جاتی تھی تو اسوقت بھی ان کے منہ سے سوائے اسکے کوئی کلمہ نہ نکلتا تھا کہ "احد احد یعنی ایک ہی خدا ہے"۔ گویا اس تکلیف کیحالت مین خدا انکو نظر آتا تھا۔ انکے حیرت انگیز استقلال اور قوی ایمان کو دیکھکر کفار کا غضب اور بھی ان پر بھڑکتا اور پہلے سے بھی دوچند تکلیفین پہنچائی جاتین۔ جب یہ مصایب حد سے گذر گیئن تو مسلمانونکو سوائے اسکے کوئی راہ نظر نہ آئی کہ اپنے املاک اور اپنے گھر بار کو چھوڑ کر محض اپنے خدا کے لیے جلاوطنی اختیار کرین اور کسی دوسرے ملک مین جا کر پناہ لین چنانچہ انکے پیارے آقا نے مغرب کیطرف اشارہ کر کے انہین کہا کہ "ادھر ایک زمین ہے جہان کسی پر ظلم نہین ہوتا وہ انصاف کی زمین ہے پس وہان چلے جاؤ جبتک اللہ کوئی اور سبیل نکالے"۔ یہ انصاف کی سرزمین جہان ان غریب مسلمانونکو بھی پناہ کی امید ملسکتی تھی کونسی سرزمین تھی۔ یہ حبش کا ملک تھا جہان کا حاکم اسوقت عیسائی تھا۔ نجاشی نام۔ چنانچہ یہ جلاوطنونکا چھوٹا سا گروہ قریبًا پندرہ شخص گھر بار کو چھوڑ کر اور اپنے رشتہ دارون کے سخت ظلمون سے تنگ آکر آخر ایک عیسائی گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت مین پناہ گزین ہوئے۔ یہ عیسائی بادشاہ ان سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اور انکو انکے مذہبی فرایض کی ادائیگی مین اس نے پوری آزادی دیکر ثابت کر دیا کہ وہ عیسائی گورنمنٹ واقعی ایسی ہی تھی جہان کسی پر ظلم نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ چند ماہ بعد بہت سارے مسلمان جن کی تعداد سو کے قریب پہنچ ہوئی تھی اسی

عیسائی گورنمنٹ کے نیچے پناہ گزین ہوئے۔

جہاد اور غازی مہدی کا عقیدہ

ایسا ہی ایک اور تاریخی واقعہ اسوقت ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے جسمین صرف ناموں کے تغیر کے ساتھ وہی واقعات دُہرائے جاتے ہین پہلی عیسائی گورنمنٹ کیطرح ایک اور عیسائی گورنمنٹ ہے اور اُسی قسم کے مظلوموں کا ایک اور گروہ اسکی پناہ ڈھونڈ رہا بلکہ اسکی پناہ مین آرہا ہے۔ ان جلاوطنوں کی تعداد بھی حبش کے پہلے جلاوطنوں کیطرح ابھی بہت تھوڑی ہے مفصل کیفیت اس کی یہ ہے کہ خوست علاقہ کابل مین ایک مشہور بزرگ تھے اخوندزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم۔ جو اپنے تقدس باطنی اور علوم ظاہری کے لحاظ سے سارے ملک افغانستان اور خاص دربار کابل مین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ پچاس ہزار سے زیادہ انکے مرید تھے۔ چند سال کا عرصہ گذرا ہی کہ اس پاک باطن شخص کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض شایع کردہ کتابین اور رسایل پہونچے اور انہون نے فی الفور اپنی پاکیزہ فراست سے مسیح موعود کے دعوی کی صداقت کو تسلیم کرلیا اور اسیوقت سے اپنے احباب اور مریدین سے وقتاً فوقتاً اسکا تذکرہ شروع کردیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ قادیان مین حضرت مسیح موعود کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ یہان اقامت کرکے جب اپنے ملک مین واپس پہنچے۔ تو بڑے بڑے عمایدکابل کو اس پاک سلسلہ کی تبلیغ شروع کی۔ اب ان عقاید مین سے جو سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات مین سے ہین۔ سب سے ضروری عقیدہ... خونی مہدی۔ اور جہاد کا انکار ہے۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی یہی بنیاد ہے امیر افغانستان کو مروجہ عقیدہ جہاد سے یہ علیحدگی باعث خطرہ معلوم ہوئی... افغانستان مین قومی وحدت زیادہ تر تسلیم مسئلہ جہاد کی بنا پر ہے اور یہی وجہ تھی کہ خونی مہدی کے عقیدہ کو معمولی مذہبی اختلاف سے نرالا اور اپنی گورنمنٹ کے لیے مضر خیال کرکے امیر نے صاحبزادہ مرحوم کے خلاف وہ کارروائی کی جو مذہبی اختلاف کیصورت مین کبھی نہین کیجاتی تھی۔ باوجود انکی عزت و اکرام کے انکو جیلخانہ مین ڈالا گیا جہان سے آخرکار انکو سنگسار کرنیکے لیے نکالا گیا اور اس حکم کی معافی مین مبدل ہونیکی صرف ایک ہی شرط رکھی گئی یعنی یہ کہ وہ خونی مہدی اور جہاد کے عقیدہ کی صحت کو تسلیم کرلین اور اس شخص سے قطع تعلق کرلین جس نے اس عقیدہ کا انکار دنیا مین پھیلایا تھا۔ مگر شہید مرحوم نے بصد خوشی اس بات کو پسند کیا کہ انکو پتھرون سے ہلاک کیا جاوے مگر ایک لمحہ کیلیے بھی اس امر کو گوارا نہ کیا کہ حق سے انکار کرین۔ اور اسوقت بھی جب چاروں طرف سے پتھرونکی بوچھاڑ انپر شروع ہوگئی تو انکے منہ سے وہی کلمات نکلتے تھے جو ان کی مضبوطی ایمان کو ظاہر کررہے تھے اور اس طرح پر ناظرین کے سامنے وہ نقشہ دوبارہ آگیا جب غریب صحابہ کو بکریونکی طرح خدا کی راہ مین ذبح کیا جاتا اور وہ خوشی سے اپنی جانونکو سچائی کیخاطر فدا کرتے تھے +

ایک اور مظلوم قوم اور ایک اور عادل گورنمنٹ وہ مرد پاک اس مضبوطی سے صداقت کی شہادت دیکر اس جہان فانی سے گذر گیا مگر وہ صداقت کی تخم ریزی کر چکا تھا۔ راستی گو بظاہر ایک وقت دنیوی طاقتوں کے نیچے دب گئی ہوئی معلوم ہو مگر آخر کار فتح راستی کی ہی ہوتی ہے۔ بلکہ سچائی کے دبانیکے لیے جو کوششیں کیجاتی ہین ان کا اثر بھی بسا اوقات مستعد دلو نپر نیک ہی پڑتا ہے اور انکو راستی کی حمایت مین اور بھی مضبوط کر دیتا ہے۔ چنانچہ جو ظلم شہید مرحوم پر کیا گیا اسکا یہی اثر ہوا۔ مولوی عبد اللطیف صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی سچی تعلیم کو اپنے شاگردون اور پیرؤنکے کانون تک اچھی طرح پہنچا دیا تھا۔ اب جب ان لوگون نے شہید مرحوم سے یہ بے نظیر استقامت اور ایسا صدق اور وفا کا نمونہ دیکھا تو انکے دل بھی اس سلسلہ کی صداقت پر ویسے ہی مضبوط ہو گئے مگر وہ جانتے تھے کہ امیر کے ملک مین رہ کر ان خیالات کا اظہار کرنیسے انکے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو شہید مرحوم کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ ان مین سے چند ایک آدمیون نے اس خطرہ کو محسوس کر کے بلا آخر اپنے مالوف وطنو نسے ہجرت اختیار کی اور راستی کیخاطر اپنے عزیز و اقارب اور اپنی جایدادون اور اپنے وطنونکو خیرباد کہا۔ انمین سے بعض تو قادیان مین آگئے اور بعض اسی جگہ امیر کے علاقہ سے نکلکر انگریزی سلطنت کی پر امن حکومت کے نیچے آبسے کیونکہ وہان قریب ہی صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف مرحوم کی بہت ساری جایداد بھی تھی۔ یہ ایک نہایت مختصر سی جماعت ان جلاوطنونکی ہے جنکو انکی اپنی قوم کیطرفسے ان ابتدائی مسلمانونکی طرح دردناک موت کی دھمکیان اور اذیتین پہنچنے کے باعث اپنا ملک چھوڑنا پڑا اور ایک ایسی گورنمنٹ کے نیچے آکر پناہ گزین ہوئے جہان مذہب کیخاطر "کسی پر ظلم نہین ہوتا" اور جو عین اسی گورنمنٹ کی طرح منصف اور عادل گورنمنٹ ہے جسکی ہمارے ہادی اور رہبر نے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تیرہ سو سال پہلے انہین الفاظ مین تعریف کی تھی۔

انکار جہاد کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ ایک اخبار نے صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ذکر کیا تھا کہ یہ کبھی ممکن ہی نہین کہ صرف مذہبی اختلاف کیخاطر امیر افغانستان نے ایسی کارروائی کی ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ امیر کے ملک مین ہندو عیسائی اور یہودی وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہین اور کسی کے ساتھ اختلاف مذہب کیخاطر ایسا سلوک نہین کیا جاتا۔ مگر صاحبزادہ مرحوم کا اس ظالمانہ طریق سے مارا جانا بھی ایک بالکل سچا واقع ہے اور اسکی وجہ ہمنے اوپر ظاہر بھی کی ہے۔ اگر امیر افغانستان یہی سمجھتا کہ یہ صرف ایک مذہبی اختلاف ہے اور احمدی مسلمانونکے عقاید مین اور کوئی ایسا امر نہین جو اسکے لیے باعث تشویش ہو۔ تو وہ ایک ایسے معزز اور منقتدر انسان کو اور پھر ایسے مشہور عالم اور مسلم استاد کو جسکی شاگردی کا فخر ریاست کے بعض بڑے بڑے عہدہ دارونکو بھی تھا اس بیرحمی سے قتل کرنیکی ہرگز جرأت

نہ کرتا اسے اس بات سے کیا غرض تھی کہ کوئی شخص ایک پیر کا مرید ہے یا دوسرے کا یا مثلاً اسقدر چھوٹے سے مذہبی اختلاف پر کیونکر جوش آسکتا تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کو زمین میں مدفون مانتے ہیں جب اسکا اپنا یہ اعتقاد ہے کہ باقی تمام انبیاء اور فخر ولد آدم حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم بھی زمین میں ہی مدفون ہیں حالانکہ اس سے بہت بڑے بڑے اختلاف پہلے سے مسلمان فرقوں کے اندر موجود ہیں اور کوئی سلطنت ان اختلافات کیخاطر اپنی رعایا پر ایسے ظلم نہیں کرتی۔ اصل میں امیر کو ان مذہبی اختلافات سے کوئی غرض نہ تھی اصلی بات جسکے لیے اس نے یہ ساری کارروائی کی وہ مسئلہ انکار جہاد اور غازی مہدی کا انکار تھا کیونکہ غازی مہدی کا انکار ہمیشہ کیلیے مسلمانوں کے درمیان سے جہاد کے خیال کو دور کرنیوالا ہے حالانکہ اگر یہ عقیدہ رکھا جاوے کہ اسلام میں ایک ایسا مہدی آنیوالا ہے جو آتے ہی تمام کافروں کو قتل کرنا شروع کر دیگا تو اس سے یہ اصول کہ کسی غیر مسلمان کو محض اختلاف مذہب کیوجہ سے قتل کر دینا نیکی کا کام ہے زندہ رہتا ہے بلکہ طاقت حاصل کرتا ہے۔ اور یہ خیال کبھی دل سے دور نہیں ہو سکتا کہ اگر مہدی کیوقت میں کفار کو قتل کرنا نیکی میں داخل ہے تو اب کیوں نہیں۔ اسی خیال پر تو آج کل کے جہاد کی بنا ہے کہ مذہب کیخاطر کسی کو مار ڈالنا عین ثواب کا کام ہے اور قاتل کو جنت کا مستحق کر دیتا ہے پس جب غازی مہدی کی آمد کا عقیدہ رکھکر اس خیال کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو جہاد کی بیخکنی کیونکر ہو سکتی ہے غرضیکہ جبتک غازی مہدی کی آمد کی جھوٹی امید کی جڑ نہ کاٹی جاوے جہاد کے خیال کا دور ہونا ناممکن ہے اور دوسری طرف خونی مہدی کا انکار جو سلسلہ احمدیہ کو تمام مسلمان فرقوں سے ممتاز کرتا ہے ایسا تھا مستلزم ہے کہ جہاد سے اسوقت اور آیندہ کیلیے انکار کیا جاوے۔ یہ وجہ تھی کہ کیوں امیر نے مولوی عبد اللطیف مرحوم پر اسقدر سختی کی۔ اور بے رحمی سے قتل کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ کیوں امیر کے ماتحت اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔

اسلام کو لڑائیوں کی کیوں ضرورت پڑی

اسموقعہ پر چند لفظ اور بڑھا دینے نامناسب ہونگے کہ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا جو جاہل لوگ اسکی طرف منسوب کرتے ہیں یعنی یہ کہ ایک ایسا مہدی آئیگا جو مذہب کو قتل عام کے ذریعہ سے پھیلائیگا خدا تعالیٰ نبیوں اور مصلحوں کو اسلیے بھیجتا ہے کہ تا وہ لوگوں کو حق کیطرف بلاویں اور یہ غرض ظاہر ہے کہ تلوار کے ذریعہ سے پوری نہیں ہو سکتی یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو پھیلایا بہتان ہے جو تکلیفیں مسلمانوں نے حق کے پھیلانے اور حق کے قبول کرنے میں برداشت کیں انکی شہادت تو مخالفین اسلام کو بھی ادا کرنی پڑی ہے پھر افسوس ہے کہ مسلمان ہوکر ایسی بات منہ سے نکالی جاوے ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے اندر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابتدا

مین مکہ مین برداشت کرنی پڑین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو کیا وصیت کی۔ کیا کبھی یہ بھی کہا تھا کہ تم تلوارین خرید لو نہین بلکہ یہی حکم دیتے رہے کہ صبر سے برداشت کرو۔ پھر جب یہ تکلیفین حد سے بڑھ گئین تو پھر بھی یہی کہا کہ تم اپنے گھرون اور جایدادونکو چھوڑ کر کسی اور ملک مین چلے جاؤ۔ ان باتونکے ہوتے ہوئے یہ الزام دینا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلایا گیا کیسی بے انصافی ہے۔ پھر یہ سوال ہوگا کہ اسلام نے تلوار اٹھائی کیون۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تلوار مجبور ہوکر اپنی حفاظت کے لیئے اٹھائی گئی۔ کفار کے ظلم حد سے گذر گئے اور انہون نے باوجود وطن چھوڑ جانیکے بھی مسلمانونکو آرام نہ لینے دیا چنانچہ قرآن کریم کی وہ آیت جسمین سب سے پہلے تلوار اٹھانیکی اجازت دیگئی۔ خود اسکی وجہ بھی بیان کرتی ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ (سورہ الحج - ۳۹) ان لوگونکو جنسے جنگ کیجاتی ہے اب اجازت دیجاتی ہے کہ وہ بھی جنگ کرین کیونکہ ان پر ظلم کیے گئے اور اللہ انکی مدد پر قادر ہے۔ ان لوگونکو ناحق اپنے گھرون سے نکالا گیا صرف اسلیئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جن کفار کے بالمقابل مسلمانونکو لڑنے کی اجازت دیگئی تھی وہ نہ صرف مسلمانونکو طرح طرح کی اذیتین اور تکلیفین ہی پہنچا چکے تھے اور انکو انکے گھرونسے نکال چکے تھے بلکہ انہون نے مسلمانونکے خلاف تلوار بھی اٹھالی تھی۔ پس ایسی صورتمین چپ رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تمام مسلمان مارڈالے جاتے مصایب کی برداشت تو حیرت انگیز طریق پر وہ کرتے رہے۔ لیکن جب انکے لیے اور کوئی راہ نہ چھوڑا گیا یعنی انکو کاٹ ڈالنے کیلیئے تلوارین ہاتھونمین پکڑلی گئین۔ تو اسوقت مسلمانون کو یہ اجازت دیگئی کہ اب اپنی جانونکی حفاظت کے لیے یہ ضرور ہے کہ تم بھی تلوارین ہاتھ مین لو۔ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اسوقت مسلمانونکی تعداد کتنی تھی کل تین سو تیراں مرد بارہ سال سے اوپر عمر کے تھے اور انکے بالمقابل عرب کی تمام بہادر اور جنگجو قومین انکی بیخکنی کیلیے اکھٹی ہوئی ہوئی تھین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف اپنی جان بچانیکے لیے مجبوری کی جنگ تھی نہ اسلام پھیلانیکے لیے کیونکہ اس چھوٹی سی تعداد کے ساتھ کس انسان کے وہم وگمان مین بھی یہ بات گذر سکتی تھی کہ عرب کی تمام بت پرست قومونکو مغلوب کرکے وہ سب کو اپنا دین منوائینگے۔ یہ واقعات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہرایک معقول پسند آدمی کو یہ یقین دلانیکے لیے کافی ہین کہ ایسے مہدی کے آنیکا عقیدہ جو اسلام نہ قبول کرنیکے سبب سے لوگونکو قتل کرنا شروع کردیگا ایک جھوٹا عقیدہ ہے جو اسلام کیطرف منسوب نہین ہوسکتا۔

سرحدی غازی

افغانستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ خصوصًا اس قسم کے قتل کے واقعات ہوتے رہتے ہین جن کو جہاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ابھی تازہ ہی دو

افسوسناک واقعات ایسے ہوگئے ہین ایک سپاہی نے لفٹننٹ کرنیل ہرمن صاحب کو جب وہ افسرونکے کھانا کھانیکے کمرے مین بیٹھے گھسکر مارڈالا مگر قاتل اسی جگہ گرفتار کرلیا گیا۔ یہ ۱۱ فروری گذشتہ کا واقعہ ہے۔ ایسا ہی کپتان براؤن کو بھی ایک وحشی افغان نے مارڈالا۔ یہ تازہ مثالین ہین اور آئے دن ایسے قتل کے واقعات ہوتے رہتے ہین گورنمنٹ کو چاہیئے کہ ان اسباب کی پوری پوری تحقیقات کرے جنسے یہ قتل کے واقعات خصوصًا اس حصہ مین جو افغان کی سرحد پر ہے ہوتے رہتے ہین رنج تو اس قسم کے واقعات سے ہر ایک انسان کو ہوتا ہے مگر مسلمانونکا سب سے بڑھکر یہ فرض ہے کہ وہ ایسے واقعات سے پرزور الفاظ مین اپنی بیزاری ظاہر کرین جو انسانیت کو بدنام کرنیکے علاوہ اسلام کو خصوصًا بدنام کررہے ہین ساتھ ہی اسبابِ کو صاف طور پر بیان کردینا بھی اپنا فرض سمجھتے ہین کہ ایسے واقعات کی بیخکنی اسوقت تک کبھی نہین ہوسکتی جبتک اس اصول کے بطلان کو تسلیم نہ کرلیا جاوے جسپر غازی مہدی کی آمد کے عقیدہ کا انحصار رکھا گیا ہے۔ جو اصلاح اسبارے مین ہمارے امام اور پیشوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کی ہے وہ نہایت قابل قدر ہے مگر افسوس ہے کہ بعض وقت اسکی ایسی کم قدری کیجاتی ہے کہ گویا یہ کوئی اصلاح ہی نہین۔ جن لوگونکا ایسا خیال ہے انکے نزدیک گویا انسانی زندگی کی کچھ بھی قیمت نہین۔ قانون کے تشدد نے ابتک ان واقعات مین کوئی بڑی کمی نہین دکھائی پس تشدد کی ایسی تجویزین جیسی مثلاً اب کیگئی ہے کہ مجرم کے علاوہ اسکے قریبی رشتہ دارونکو بھی سزائیں دیجاوین صرف یہی ظاہر کررہی ہین کہ سزا مین تشدد اس جرم کے کم کرنیکے لیے مفید ثابت نہین ہوا۔

اصلی علاج غازیونکی اصلاح کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگونکو یقین ہوجاوے کہ وہ کتاب مقدس جسکی طرف وہ اس تعلیم کو منسوب کرتے ہین ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتی ہے کہ ناحق کافرونکو قتل کیا جاوے صرف اسلیے کہ وہ مذہب اسلام نہین رکھتے! اور یہ کہ جہاد اور غازی مہدی کی آمد کے عقیدہ کو اسلام کیطرف منسوب کرنا سخت غلطی ہے جبتک ان دو امور کے متعلق ان لوگونکا مذہبی عقیدہ نہ بدل جاویگا تب تک سزا کی سختی سے کوئی فائدہ حاصل نہین ہوسکتا۔ تعجب ہے کہ ہماری دانشمند گورنمنٹ کو کیون کبھی اسطرف خیال نہین ہوتا! اور اسکے ذمہ دار افسر کیون ان تجویزونکو عملدرآمد مین لانیکی کوئی کوشش نہین کرتے جو ایسے واقعات کو روک سکتی ہین۔ اس قسم کی تجویزین سلسلہ احمدیہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کئی دفعہ پیش کرچکے ہین اگر یہ سچ ہے کہ یہ قتل کے واقعات ان لوگونکے مذہبی عقیدہ کیوجہ سے ہوتے ہین تو پھر اس دوسری بات مین بھی کسی اور شک کی گنجایش نہین کہ اس مذہبی عقیدہ کی اصلاح ہی انکے دور کرنیکا ذریعہ ہوسکتی ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ اس تجویز سے

کامیابی ہونیکی امید نہین اور شاید لوگ اپنے عقیدہ کی غلطی پر مطلع ہوکر بھی اسکی اصلاح نہ کرین تو یہ صحیح نہین عملی طور پر ہم دیکھ چکے ہین کہ یہ علاج بہت موثر ثابت ہوا ہے۔ انہین لوگونمین سے مولوی صاحبزادہ عبداللطیف مرحوم بھی تھے جنہون نے ایکدفعہ غازی مہدی کے آنے اور جہاد کے عقیدہ کی غلطی کو دیکھ لیا تو موت کو قبول کیا۔ مگر راستی کو نہ چھوڑا اور انہین مین سے وہ لوگ بھی ہین جو اپنے گھر بار کو چھوڑ رہے ہین مگر اس حق اور راستی کو نہین چھوڑ سکتے کہ غازی مہدی کے آنیکا عقیدہ غلط ہے۔ یہ واقعات ہین اور گورنمنٹ بطور خود تحقیقات کرکے انکی تصدیق کر سکتی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے واقعی بعض لوگونپر یہ اثر ہوا ہے تو کوئی وجہ نہین کہ باقی کے متعلق یہ امید نہ رکھی جاوے اگر گورنمنٹ اس تجویز کو عمل مین لاوے جو بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے اس میموریل مین پیش کی تھی جو گورنمنٹ آف انڈیا کو جلسہ دربار تاجپوشی ملک معظم کے موقعہ پر دیا گیا تھا اور جو اس میگزین مین بھی جنوری سنہ ۱۹۰۳ء مین چھپ چکا ہے اور یا اس سلسلہ کی پرزور تحریرین جو جہاد اور غازی مہدی کے عقیدہ کے خلاف ہین سرحدی ممالک مین کثرت سے شایع کرنے مین مدد دے تو یقین ہے کہ بہت جلدی وہ لوگ اپنے انگریز حکمرانون کو اور نظر سے دیکھنے لگین گے۔ ہم خصوصیت سے اس سلسلہ کی تحریرونکا ذکر کرتے ہین کیونکہ یہ تحریرین اپنا مقناطیسی اثر انہین قومون مین سے ایک پر ثابت کر چکی ہین۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ اور تحریرین کبھی اس مقصد کے حل کرنے مین کامیاب نہین ہو سکتین کیونکہ جو تحریرین غازی مہدی کی آمد کے عقیدہ کو شایع کرتی ہین وہ اس اصول کی ممد ہین جس اصول پر یہ قتل کے واقعات ہو رہے ہین اور اسلیے وہ جہاد کے اصول کی پوری پوری معاون ہین یا زیادہ سے زیادہ ایک حد تک تو ضرور معاون ہین۔ پس ایسے لوگونکے درمیان جنکو ایک عقیدہ نے پہلے ہی مذہبی دیوانے بنا رکھا ہے اس قسم کی تحریرون کی اشاعت سے کسی بہتری کی امید نہین ہو سکتی ایسی تحریرونکا انکے درمیان شایع کرنا انکو یہ کہنے کے برابر ہے کہ اصول تو یہ ٹھیک ہے کہ کفار کو قتل کر دینا چاہیئے کیونکہ وہ عظیم الشان امام مہدی جب آئیگا تو وہ بھی قتل ہی کریگا۔ مگر مصلحت وقت کے لحاظ سے اسوقت ایسے قتل کے واقعات کا ہونا مناسب نہین۔ کیا ایسی وعظ سے وہ لوگ ایسے واقعات کے کرنے سے رک جاوینگے۔ ہرگز نہین۔ یہ وقت ہے کہ انگریزی افسرونکی قیمتی زندگیونکی حفاظت کے لیے گورنمنٹ اس تجویز پر غور کرے۔ اخیر مین ہم یہ بھی کہینگے کہ دولا آدمیون کا سلسلہ احمدیہ مین داخل ہو کر جہاد اور غازی مہدی کے عقیدہ سے اپنی بیزاری ظاہر کرنا اس پہلو سے گورنمنٹ کے لیے ایک مفید امر ثابت ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالے اس سلسلہ کی ترقی اس فایدہ کو اور بھی نمایاں کرکے دکھلاوے گی +

"الوصیّت"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قال اللہ عزّ وجلّ۔ قل ما یعبؤا بکم ربّی لولا دعاؤکم

یعنی ان کو کہدے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم بندگی نکرو اور دعا میں مشغول نہ ہو

دوستو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخبار نکلتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی الٰہی شایع کرائی تھی کہ:۔ **عفت الدیار محلّھا ومقامھا** یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانیکو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہیگی اور نہ عارضی امن کی جگہ یعنی طاعون کی وبا ہر یک جگہ عام طور پر پڑیگی اور سخت پڑیگی۔ دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳ اور اخبار البدر نمبر ۲۰ و ۲۱ صفحہ ۱۵ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون سنہ ۱۹۰۴ء اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آگیا ہے۔ میں نے اسوقت* جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ **موتا موتی** لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اور اسیوقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کیلیے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے اب اس دریا سے پار ہونیکے لیے بجز تقوے کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کیطرف جھکتا ہے کہ بغیر اسکے کوئی امن نہیں۔ اب دکھ اٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو اور راستی میں محو ہو کر اپنی قربانی آپ ادا کرو اور تقوی کی راہ میں پورے زور سے کام لیکر اپنا بوجھ آپ اٹھاؤ کہ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے کہ رونے والوں پر اسکا غصہ تھم جاتا ہے مگر وہی جو قبل از وقت روتے ہیں نہ مردوں کی لاشوں کو دیکھکر۔ وہ خوف کرنیوالوں کے سر پر سے عذاب کی پیشگوئی ٹال سکتا ہے جاہل کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی کیوں ٹل گئی لیکن اگر خدا میں یہ عادت نہ ہوتی کہ دعا اور صدقہ اور خیرات اور گریہ اور بکا سے اُن بلاؤں کو دور کر دیتا جنکا اس نے ارادہ کیا ہے یا جن بلاؤں اور عذابوں کو نبیوں کی معرفت ظاہر کر چکا ہے تو دنیا کبھی کی ہلاک ہو جاتی۔ سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہو جاؤ۔ خدا کیطرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح افتاں خیزاں اس کی رضا کے دروازہ تک اپنے تئیں پہنچاؤ اور اگر یہ بھی نہیں تو مردہ کی طرح اپنے اٹھائے جانیکا ذریعہ صدقہ خیرات کے راہ سے پیدا کرو نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے آج محض زبانی لاف و گزاف سے تم پار نہیں ہو سکتے ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقوی کی راہ پر قدم مارو کہ وہ

* ۲۶-۲۷ فروری کی شب درمیانی مراد ہے۔

رحیم وکریم خوش ہو جائے اپنی خلوتگاہونکو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ اپنے دلوں سے ناپاکیونکے زنگ دور کرو۔ بیجا کینوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اسکے کہ وہ وقت آوے کہ انسانونکو دیوانہ سا بنادے بیزاری کی دعاؤنسے خود دیوانے بنجاؤ۔ عجیب بدبخت وہ لوگ ہین کہ جو مذہب صرف اسبات کا نام رکھتے ہین کہ محض زبان کی چالاکیونپر سارا دارومدار ہو۔ اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو۔ پس اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو تو ایسے مت بنو۔ عجیب بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفس امارہ کیطرف ایک نظر بھی اٹھا کر نہین دیکھتا اور بدبودار تعصب سے دوسرونکو بدزبانی سے پکارتا ہے۔ پس ایسے شخص پر ہلاکت کی راہ کھلی ہے سو تقوے سے پورا حصّہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دعاؤن مین لگے رہو تا تم پر رحم ہو تم مین سے کون ہے کہ جو بھوک کے وقت صرف روٹی کے نام سے سیر ہو سکتا ہے یا صرف ایک دانہ سے پیٹ بھر سکتا ہے ایسا ہی تم خدا کو راضی نہین کر سکتے جبتک پورے طور پر متقی نہ بنجاؤ۔ اپنے دشمنونکے نفسانی جوشونکا مقابلہ مت کرو تا تم بھی ایسے ہی نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہل کا مقابلہ صرف جہالت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس اگر وہ تمہین ستا دین اور دکھ دین یا تمہین جوش دلانیکے لیے میری نسبت سب و شتم اور دشنام دہی اور ہنسی کا طریق اختیار کرین تو تم صبر کرو اور چپ رہو تا وہ خدا جو تمہارے دلوں اور انکے دلونکو آسمان پر دیکھتا ہے تمہین بدلہ دے یقیناً سمجھو کہ یہ وہ دن آرہے ہین کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسی سختی کے دن کبھی عام طور پر دنیا پر نہین آئے ایسا ہوا تا وہ پیشگوئیان پوری ہو جاین جو ابتدا سے نبیون نے کی تھین۔ خدا نے آج سے چھبیس برس پہلے طاعون کی خبر مجھکو دی تھی جو براہین احمدیہ مین شایع ہو چکی تھی پھر اسوقت خبر دی جب یہ ملک اس بیماری سے پاک تھا وہ خبر بھی شایع ہو چکی۔ اور پھر طاعون کے اس سخت حملہ کی خبر جو عنقریب ہونیوالا ہے۔ یہ اسلیے ہوئی کہ تا لوگ متنبہ ہو جاین ان چالاک لوگونکی پیروی مت کرو جنکے دل گندے اور نجاست سے بھرے ہین جو دوسرونکو خدا کیطرف بلاتے اور آپ اس سے دور ہین۔ خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کس کی زندگی لعنتی اور کسکی زندگی پاک ہے پس تم ایسے دردناک دعاؤن مین لگیجاؤ کہ گویا مر ہی جاؤ تا دوسری موت سے خدا تمہین بچاوے دنیا کیلیے بڑی گھبراہٹ کے دن ہین مگر دنیا نہین سمجھتی لیکن کسی دن سمجھیگی دیکھو مین اسوقت اپنا فرض ادا کر چکا ہون اور قبل اسکے کہ تنگی کے دن آوین مین نے اطلاع دیدی ہے۔ اب مین ختم کرتا ہون۔

مکرر یہ کہ گذشتہ بالا نصایح اور ہدایات سے ایسا نہین سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا یہ منشا ہے کہ طاعون کے غلبہ کے دنون مین اپنے گھرونسے باہر نہین نکلنا چاہیئے بلکہ برعایت قواعد طبیہ بہتر ہوگا کہ جس گاؤن یا کسی شہر کے محلہ مین یہ مرض پھیلتی معلوم ہو فی الفور اس گاؤن یا محلہ کو چھوڑ دیا جائے اور اسی شہر یا گاؤن کے باہر آبادی سے کچھ کچھ فاصلہ پر مع اہل و عیال نکلکر کسی جھونپڑی مین گذارہ کر لینا چاہیئے ہان کسی دوسرے شہر یا گاؤن کیطرف

بھاگ کر نہیں جانا چاہئیے کیونکہ یہ ان لوگوں پر ظلم ہے جن کی بستی ہنوز طاعون سے پاک ہے اور اندیشہ ہے کہ بباعث ان لوگوں کے جو کسی آلودہ شہر یا گاؤں سے آتے ہیں اس جگہ میں بھی طاعون پھوٹ پڑے پس جو شخص اپنی ہمدردی کرتا ہے چاہئیے کہ وہ دوسرونکی ہمدردی کا بھی خیال رکھے۔

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء

ریویو

ہمارے پاس دو انگریزی رسالے "میں نے کیوں اسلام قبول کیا" اور "پیغمبر اسلام" صلے اللہ علیہ وسلم بغرض ریویو پہنچے ہیں جو ڈاکٹر منشی کنت چٹو پادھیا مولوی محمد عزیز الدین پرنسپل حیدر آباد کالج کی تصنیف ہیں ہمیں یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے کہ ان رسالوں کا مصنف وسعت علمی کے لحاظ سے معمولی آدمی نہیں انہوں نے بہت مدت تک مختلف ممالک میں پھر کر مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا اور آخر کامل تحقیقات اور غور کے بعد سب پر اسلام کو ترجیح دی ہے! اول اول یورپ میں جاکر وہ فلاسفروں کے اس سکول کے مداح رہے جسکا قایمقام ہندوستان میں برہمو سماج ہے۔ بعد ازاں جرمنی میں جاکر بدھ مذہب کا مطالعہ شروع کیا جسکی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم نے مدت تک انکو اپنی طرف کھینچے رکھا مگر آخر کار وہ اس صحیح نتیجہ پر پہنچے کہ یہ تعلیم عملی رنگ میں دنیا کیلیے مفید نہیں بلکہ فطرت انسانی کے تقاضاؤں کے خلاف ہے۔ پھر وہ پیرس میں اور وہانسے سینٹ پیٹرز برگ میں چلے گئے۔ فرانسیسی زبان کو سیکھنے کے بعد وہ رینن کے مداح ہوئے اور اسی اثر کے نیچے شامی زبانوں اور شامی مذہبوں کے مطالعہ کیطرف انکی طبیعت متوجہ ہوئی چنانچہ کچھ مدت تک وہ مختلف مذاہب کی خوبیوں کو ایک کو دوسرے کے بالمقابل رکھکر غور کرتے رہے یعنی ایک طرف یہودیوں پر ہنوں اور زردشت کے مذہب پر اور دوسری طرف اسلام عیسائیت اور بدھ مذہب پر۔ عیسائیت میں انہوں نے رومن کیتھولک مذہب کو باقی فرقوں پر ترجیح دی۔ مگر ایک طرف عیسائیت کے کفارہ اور ابدی جہنم کا عقیدہ اور دوسری طرف رومن کیتھولک فرقہ کا عقیدہ پوپ کی عصمت کے متعلق انکو اسبات کی اجازت نہ دیتا تھا۔ کہ وہ عیسائی مذہب میں شامل ہوں اسی تذبذب کی حالت میں وہ ہندوستان کو واپس آئے جہاں پہلے عرصہ تک کچھ صوفی کا مطالعہ کرتے رہے اور بعد ازاں زردشت کے مذہب اور اسلام کیطرف خاص توجہ کی کیونکہ

اپر ابھی تک انہون نے کافی طور پر غور نہین کیا تھا۔ اسلام کے اصول پر غور کر کے وہ بہت مدت سے اس نتیجہ پر پہنچ
چکے تھے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے مگر بعض خارجی واقعات کے سبب سے اس عقیدہ کا اعلان کرنے مین کئی سال انکو
گذر گئے آخر ۲۶۔ اگست ۱۹۰۴ء کو انہون نے ایک مجلس مین عام طور پر یہ اعلان کر دیا اور اس جگہ ایک لکچر کے
اثنائے مین اپنے اسلام قبول کرنیکے وجوہات بھی بیان کئے یہی لکچر اسوقت رسالہ کی صورت مین چھپا ہوا موجود ہے
قبولیت اسلام کی بڑی وجوہات تین بیان کیگئی ہین جو مختصر طور پر یہ ہین کہ اسلام ایک تاریخی معقول
اور عملی مذہب ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام بھی اسلام کی اس خوبی سے انکار نہین کر سکتے۔ پروفیسر
باسورتھ سمتھ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے جسنے اثنائے لکچر مین کہا "مسیح کی زندگی کے ایک چھوٹے سے حصے
کے بعض واقعات کی ہمین بیشک خبر ہے مگر اس تیس سالہ زندگی کا پردہ کون اٹھا سکتا ہے جو دراصل تین
سال کی زندگی کیلیے بطور تیاری کے تھے۔ مگر اسلام مین یہ صورت نہین۔ یہان بجائے قصون اور کہانیون
اور تاریکی کے ہمین روشنی اور تاریخی واقعات نظر آتے ہین۔ یہان یعنی مذہب اسلام مین نہ کوئی شخص اپنے نفس
کے دھوکہ مین آسکتا ہے اور نہ دوسرونکے دھوکے مین۔ بلکہ ہر ایک واقعہ پر دن کی روشنی ایسی صاف صاف
پڑتی ہے جیسا ممکن ہے"۔ اسکے بعد اسلام کے معقول مذہب ہونے پر بحث کیگئی ہے۔ اسلام کے دو ہی اصول
ہین۔ یعنی اللہ تعالے کی ہستی اور توحید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ توحید ایک ایسی اعلے درجہ
کی سچائی اور حقیقت ہے جو فطرت انسانی مین منقوش ہے اور جس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا۔ یہان نہ
تثلیث کے داخل ہونیکے لیے کوئی جگہ ہے اور نہ تیس کروڑ دیوتاؤنکے لیے۔ باقی رہا رسالت کا مسئلہ سو وہ
بھی ہر ایک عقلمند انسان کو ماننا پڑتا ہے "جب کبھی وہ اصل اصول جنپر ہماری اخلاقی اور مذہبی زندگی کی
بنیاد ہے تاریکی کے نیچے دب جاتے ہین یا دلسے بھول جاتے ہین جب کبھی انسان بکلی دنیا پر جھک پڑتے
ہین اور دنیا کی حرص کی قید مین پھنس جاتے ہین جب کبھی دنیا مین گناہ کا زور اور سیلاب آتا ہے اور دنیا دہریت
کیطرف چلی جاتی ہے ایسے اوقات مین قومون کی زندگی مین ایسے انسان پیدا ہوتے ہین جو اپنی پیدایش سے
ہی ایسے محفوظ رہتے ہین کہ گویا وہ دنیا کے نہین ہوتے بلکہ خدا کے رسول اور نبی کہلانے چاہئین جنکا مقصد صرف یہی
ہوتا ہے کہ انسانونکو وہ باتین یاد دلادین جو وہ بھول گئے ہین اور ان باتونکو تازہ کرین جو گم ہو چکی ہین"۔ اور اسلام کی حقانیت
کے ان دو زور آور دلایل کے تیسری دلیل یہ دیگئی ہے کہ یہی ایک مذہب ہے جو انسان کی عملی زندگی کے مطابق اور
عملی طور پر اسکا رہنما ہو سکتا ہے۔ بدھ اور مسیح کی تعلیم کو بعض وقت کامل کہا جاتا ہے مگر یہ کمال ایسا ہے جو محض
خیال ہی خیال ہے! ان لوگونکے لیے جنہین تمدنی صورت مین رہنا چاہیے اور دنیا کے دھندے کرنے پڑتے ہین بعیاً
کمال یہ ہے کہ وہ اصول انکی عملی زندگی کے مطابق حال ہون انسانی ضروریات پر غور کر کے جو اصول سب سے

زیادہ ان ضروریات کے مطابق حال اور عملی طور پر مفید ہوں وہی ہمارے نزدیک کامل ہونگے اس معیار کے رو سے صرف مذہب اسلام کے اصول ہی کامل ہونیکے دعویدار ہو سکتے ہیں اسیوجہ پر اسلام نے تعدد ازواج کو بھی جایز رکھا ہے۔ نکاح کے قانون جو اسلام نے تجویز کیے ہیں وہی ایسے قانون ہیں جو انسانی ضروریات کو مدنظر رکھکر انسانون کی تمدنی روحانی اور اخلاقی بہتری کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اور ایسا ہی اسلام کی ہر ایک اخلاقی تعلیم میں یہی خوبی ہے جسکی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔

دوسرا رسالہ "پیغمبر اسلام" مختصر طور پر بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی عظیم الشان تبدیلی کر دکھائی اور اخیر پر بعض اعتراضونکا جواب دیا گیا ہے جو لوگ انگریزی پڑھ سکتے ہیں وہ ان دونون رسالونسے ضرور فایدہ اٹھاوین پہلے کی قیمت ۴ر اور دوسرے کی ۸ر ہے۔ اور چادر گھاٹ حیدرآباد دکن سے ملسکتے ہیں +

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یکم۔ فروری ۱۹۰۵ء (۱) اِنِّیْ مَعَ الرُّوْحِ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ۔

(۲) انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔

(۳) ایک رؤیا دیکھی کہ ایک کاغذ ہے جسکے اوپر کی دو تین سطر فارسی خط میں ہیں باقی سب انگریزی ہے اسکا مطلب یہ سمجھ میں آیا کہ گویا کوئی میرا نام لیکر کہتا ہے کہ دو سو پچاس روپیہ انہیں دیا جاوے

۲۰ فروری ۱۹۰۵ء (۱) حضور کی طبیعت ناساز تھی حالت کشفی میں ایک شیشی دکھائی گئی جسپر لکھا ہوا تھا خاکسار پیپر منٹ

(۲) انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون۔

۲۷۔ فروری ۱۹۰۵ء۔ رؤیا میں دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے اور ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ موتا موتی لگ رہی ہے۔

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۴- مارچ ۱۹۰۵ء- کوئی شخص ہے اس سے مین کہتا ہون کہ تم حساب کرو مگر وہ نہین کرتا اتنے مین ایک شخص آیا اور اسنے ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہین اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الہی بخش کی طرح ہے مگر انسان نہین بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے اس نے دونون ہاتھ روپیونکے بھر کر میری جھولی مین ڈالدیئے ہین تو وہ اسقدر ہوگئے ہین کہ مین انکو گن نہین سکتا- پھر مین نے اسکا نام پوچھا تو اسنے کہا میرا کوئی نام نہین دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے **ٹیچی ٹیچی** مینے بہت سا مال دیکھکر دل مین کہا کہ فلان حاجتمند کو کچھ دیدونگا- اور ایک حاجتمند دکھایا گیا خستہ حال قابل رحم-

۶- مارچ ۱۹۰۵ء- تھوڑی سی غنودگی ہوئی تو دیکھتا ہون کہ یہ مکان جواب بن رہا ہے- (جسکا اشتہار کشتی نوح مین دیا تھا) سامنے آگیا ہے اسپر ایک معمار بیٹھا ہے- اس نے کہا مبارک مین نے کہا خیر مبارک

اطلاع

(۱) ترسیل روپیہ یا خط کتابت کرتے وقت نمبر خریداری نہ لکھنے کی صورت مین شکایت توقف یا عدم تعمیل یا عدم جواب بیجا القصور ہوگی-

(۲) جملہ خط و کتابت متعلق میگزین بنام منیجر میگزین ہونی چاہیئے نہ کسی مالک یا منیجر مطبع یا دیگر صاحب کے نام- کیونکہ اس سے حرج و طوالت کام کا احتمال ہے +

منیجر میگزین

مدرسہ تعلیم الاسلام

مدرسہ کے اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہین بسبب احباب کو چاہیئے کہ مستقل اور ہمیشہ چندو نسے فنڈ کی اعانت کرین- مدرسہ کے متعلق تمام رقوم بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام آنی چاہئین- رسیدین اخبار مین طبع ہوا کرین گی +

نور الدین- امین مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان-

کبریت احمر یا جیون بوٹی کے استعمال سے ایک مہینے مین تین سیر خون صالح تازہ بدن انسان مین پیدا ہوتا ہے جوانی کی طاقت مدت العمر قایم رہتی ہے استعمال کرنیسے پہلے اور بعد بدن کو وزن کرو اور آزماؤ اس سے بڑھکر **ممسک مولد خون صالح مشتہی**۔ بدن کو مضبوط اور خوشرنگ بنانے اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و تازگی پیدا کرنیوالی دوائی ابھی آجتک ایجاد نہین ہوئی اسکا اثر ان اعضا پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے۔ بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے۔ وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہے اس سے فی الفور حاصل ہوتی ہے **کبریت احمر** اسکا نام اسی لیے رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضائے تولید کے پژمردہ قوٰی کو از سر نو بحال کرنیکے ساتھ زندگی کو کیمیا بنا دیتی ہے۔ **قیمت فی شیشی** سے عہ

روغن درد گردہ۔ درد گردہ کے دورے اور تکلیفین ایسی سخت ہوتی ہین کہ الامان یہ عجیب و غریب روغن درد گردہ مین خاصکر جب درد کنکری کی وجہ سے ہو اکسیر کا کام دیتا ہے چھوٹے چھوٹے سنگریزے انکو توڑکر اور ریزہ ریزہ کرکے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے۔ تمام کنکری اور ریت نکلکر درد گردہ کی نوبت پھر نہین ہوتی۔ **قیمت فی شیشی** عہ۔ ۳ ر

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسیٰ۔ اگر آپ دنیا بھر مین سب سے اچھا پر تاثیر تیر بہدف ہر قسم کے زخمون جراحتون۔ چوٹون۔ گلٹیون۔ خنازیر۔ سرطان طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑون پھنسیون ناسورون۔ گنج۔ خارش۔ بواسیر۔ ہر طرح کی جلد کی بیماریون ہاتھون کے سردی سے پھٹ جانے جانورون کے کاٹ لینے جل جانے اور عورتون کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لیے ہزارہا سال کا مجرب بمقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہین۔ تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اسکو خالص اجزا سے تیار کرنیکا ذمہ دار ہے طبی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسیٰ کے دنیا بھر مین اور کہین نہین بنتا۔ قیمت فی ڈبیہ خورد ۶؍ ۔ ۱۲؍ ۔ فی ڈبیہ کلان عہ ر

رسالہ حفظ صحت مفت	حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسیٰ نولکھا لاہور	عمدۃ المقویم ... مفت

ضروری اطلاع

Digitized by Khilafat Library

رسالہ نور الدین جس مین فاضل مصنف نے بعد نظر ثانی کسیقدر اضافہ کیا ہے خوشخط و عمدہ کاغذ پر چھپکر تیار ہے قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸؍ ہے۔ درخواستین اس پتہ پر ہون۔

سیٹھ عبد الاحد ہدایت اللہ جنرل مرچنٹ و کمیشن ایجنٹ کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر

منشی محمد افضل صاحب نے اپنے مطبع انوار الاسلام مین منیجر صاحب میگزین کے لیے چھپایا۔